ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
39
www.tanzeem.org
یکم تا 7 اکتوبر 2013ء/24 تا 30 ذوالقعدہ 1434ھ

اس شمارے میں

چرچ پر حملہ: ایک سوچی سمجھی کارروائی

سب سے زیادہ خسارے والے؟

معیشت دانوں کے علمی گورکھ دھندے

اسلام اور قربانی

جنسی درندگی...... اصل اسباب؟

اسلام کے خلاف صہیونی و صلیبی منصوبہ بندی

زیردستوں سے حسن سلوک

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

قربانی کی اصل روح

ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن' مثلاً نماز کا ایک ظاہر ہے' یعنی قیام ہے' رکوع ہے' سجود ہے' قعدہ ہے۔ یہ ایک خول اور ڈھانچہ ہے۔ اس کا ایک باطن ہے' یعنی توجہ اور رجوع الی اللہ' خشوع وخضوع' بارگاہِ رب میں حضوری کا شعور وادراک' انابت' محبت الٰہی ......نماز کی اصل روح اور جان تو یہی چیزیں ہیں۔ اس طرح جانور کو ذبح کرنا اور قربانی دینا ایک ظاہری عمل ہے۔ یہ ایک خول ہے۔ اس کا ایک باطن بھی ہے اور وہ ''تقویٰ'' ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی سورۃ الحج میں قربانی کے حکم کے ساتھ (آیت: 37 میں) متنبہ کر دیا گیا کہ:

''اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت اور ان کا خون' ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی۔''

اگر تقویٰ اور روحِ تقویٰ موجود نہیں' اگر یہ ارادہ اور عزم نہیں کہ ہم اللہ کی رضا کے لئے مالی و جانی قربانی دینے لئے تیار ہیں تو اللہ کے ہاں کچھ بھی نہیں پہنچے گا۔ یعنی ہمارے نامۂ اعمال میں کسی اجر وثواب کا اندراج نہیں ہوگا۔ گوشت ہم کھالیں گے' کچھ دوست احباب کو بھیج دیں گے' کچھ غرباء کھانے کو لے جائیں گے' کھالیں بھی کوئی جماعت یا دارالعلوم والے لے جائیں گے۔ لیکن اللہ تک کچھ نہیں پہنچے گا' اگر وہ روح موجود نہیں ہے......وہ روح کیا ہے؟ وہ تو امتحان' آزمائش اور ابتلاء ہے' اور اس میں کامیابی کا وہ تسلسل ہے جس سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی عبارت ہے۔

ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم سوچیں' غور کریں اور اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں کہ کیا واقعتاً ہم اللہ کی راہ میں اپنے جذبات واحساسات کی قربانی دے سکتے ہیں؟ کیا واقعتاً ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے وقت کا ایثار کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے ذاتی مفادات کو اللہ اور اس کے دین کے لئے قربان کر سکتے ہیں؟ اپنے علائق دنیوی' اپنے رشتے اور اپنی محبتیں اللہ کے دین کی خاطر قربان کر سکتے ہیں؟ اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ قربانی بھی نورٌ علیٰ نُورٍ ہے......اور اگر ہم اللہ کے دین کے لئے کوئی ایثار کرنے کے لئے تیار نہیں تو جانوروں کی یہ قربانی ایک خول اور ڈھانچہ ہے جس میں کوئی روح نہیں۔

بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا' تلقینِ غزالی نہ رہی!

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃ اِبْرٰھِیْم

(آیات: 37 تا 41)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّکَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَ مَا نُعۡلِنُ ؕ وَ مَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾

آیت ۳۷ ﴿رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ﴾ ''اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد (کی ایک شاخ) کو آباد کر دیا ہے اس بے آب وگیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس''

اے ہمارے پروردگار! تیرے حکم کے مطابق میں نے یہاں تیرے اس محترم گھر کے پاس اپنی اولاد کو لا کر آباد کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں پہلے رَبِّ، رَبِّ (اے میرے پروردگار!) کا صیغہ آ رہا تھا مگر اب ''رَبَّنَا'' جمع کا صیغہ آ گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر آپؑ کے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی شامل ہو گئے ہیں۔ یہاں پر عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ کے الفاظ سے اُن روایات کو بھی تقویت ملتی ہے جن کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی۔ ان روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ ابتدائی زمانہ میں گر گیا اور سیلاب کے سبب اس کی دیواریں وغیرہ بھی بہہ گئیں، صرف بنیادیں باقی رہ گئیں۔ ان ہی بنیادوں پر پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اس کی تعمیر کی جس کا ذکر سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۲۷ میں ملتا ہے: ﴿وَ اِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰہٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَ اِسۡمٰعِیۡلُ ؕ﴾۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام عرض کر رہے ہیں:

﴿رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـِٕدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تاکہ یہ نماز قائم کریں، تو تُو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے''

لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے محبت پیدا ہو جائے، لوگ اطراف و جوانب سے اُن کے پاس آئیں، تاکہ اس طرح اُن کے لیے یہاں رہنے اور بسنے کا بندوبست ہو سکے۔

﴿وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۳۷﴾﴾ ''اور ان کو رزق عطا کر پھلوں سے، تاکہ وہ شکر ادا کریں۔''

آیت ۳۸ ﴿رَبَّنَاۤ اِنَّکَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِیۡ وَ مَا نُعۡلِنُ ؕ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تُو خوب جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں۔''

﴿وَ مَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡ شَیۡءٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾﴾ ''اور اللہ پر تو کوئی شے مخفی نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔''

آیت ۳۹ ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ وَہَبَ لِیۡ عَلَی الۡکِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ﴾ ''کُل شکر اور کُل ثنا اُس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے عطا فرمائے، باوجود بڑھاپے کے اسماعیل اور اسحاق (جیسے بیٹے)۔''

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۱ برس تھی اور اس کے کئی سال بعد حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔

﴿اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾﴾ ''یقیناً میرا پروردگار دعاؤں کا سننے والا ہے۔''

آیت ۴۰ ﴿رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ﴾ ''اے میرے پروردگار! مجھے بنا دے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد میں سے بھی''

یعنی مجھے توفیق عطا فرما دے کہ میں نماز کو پوری طرح قائم رکھوں اور پھر میری اولاد کو بھی توفیق بخش دے کہ وہ لوگ بھی نماز قائم کرنے والے بن کر رہیں۔

﴿رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾﴾ ''اے ہمارے پروردگار! میری اس دعا کو قبول فرما۔''

آیت ۴۱ ﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾﴾ ''اے ہمارے پروردگار! مجھے، میرے والدین اور تمام مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔''

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چرچ پر حملہ: ایک سوچی سمجھی کارروائی

حکومت پاکستان کی طرف سے 9 ستمبر کو طلب کردہ آل پارٹیز کانفرنس میں یہ متفقہ قرارداد منظور ہوئی تھی کہ ملک میں جاری دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے صرف مذاکرات کا راستہ اختیار کیا جائے گا۔ اس قرارداد کی منظوری کے بعد اگر کچھ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ عالمی سطح پر پاکستان کے دشمن جو اسے ہر قیمت پر غیر مستحکم اور ایک مفلوج ریاست بنانے پر تلے ہوئے ہیں‘ اس قرارداد اور مذکورہ مذاکرات کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کریں گے‘ تو ان کی سادہ لوحی پر ترس ہی کھایا جاسکتا ہے۔ یہ قوتیں پاکستان کو دیوار سے لگا کر جو مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ تمام سیاسی جماعتوں‘ حکومت اور فوج کے ایک page پر آ جانے سے اپنے مقاصد اور مشن کو ادھورا چھوڑ دیں گی، یہ سوچ بھولے پن کی انتہا تھی‘ یہ احمقانہ سوچ تھی۔ لہٰذا مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے فوری کرنے کا کام یہ تھا کہ سکیورٹی انتظامات پر توجہ دیتیں، تاکہ دشمن کی جوابی کارروائی اور مذاکرات کو سبوتاژ کرنے کی کوششوں کو ناکام بنایا جاسکتا۔ ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کا فرض ہے کہ وہ امن کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے دشمن کے ردعمل کا توڑ پہلے اپنے ذہن میں رکھیں اور اسے بروئے کار لا کر اغیار کی سازشوں کو ناکام بنائیں۔ یہ جو بات کہی گئی ہے کہ چرچ پر حملہ درحقیقت اسلام اور پاکستان پر حملہ ہے، یہ صد فی صد درست ہے۔ ہم برملا کہتے ہیں کہ چرچ میں عبادت کرتے ہوئے عیسائیوں کی ہلاکت کا جو بھی ذمہ دار ہے وہ اسلام اور پاکستان کا بدترین دشمن ہے۔ یہ دہشت گردی تھی‘ یہ بربریت اور درندگی تھی‘ یہ اسلام دشمنی تھی‘ یہ پاکستان دشمنی تھی‘ یہ انسانیت دشمنی تھی۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اسے معرض وجود میں آئے صرف چھیاسٹھ سال ہوئے ہیں۔ نائن الیون سے پہلے غیر مسلم جتنے پاکستان میں محفوظ تھے، شاید ہی کسی دوسرے ملک میں مذہبی اقلیت اتنی محفوظ ہو۔ بعد میں پاکستان بحیثیت مجموعی ایک غیر محفوظ ملک بن گیا‘ کتنے بم دھماکے مساجد میں ہوئے‘ سینکڑوں اور شاید ہزاروں نمازی مساجد میں شہید ہوئے۔ اس دہشت گردی اور قتل و غارت کی لپیٹ میں غیر مسلم بھی آ گئے۔ لہٰذا ہم ہر تخریب کاری اور ہر خونی واردات کی شدید ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہیں جس سے معصوم شہریوں کو نقصان پہنچے۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اسلام کے روشن چہرے پر کوئی بدنما داغ نہیں ہے۔ ایک طرف نبی اکرم ﷺ نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی پیشکش کرتے ہیں تو دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرجا میں نماز پڑھنے کی آفر قبول نہیں کرتے۔ آپؐ اگر عیسائیوں کے لیے اپنی مسجد کھول کر مذہبی رواداری اور اعلیٰ ظرفی کی معراج پر نظر آتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرجا میں نماز پڑھنے سے انکار کر کے آنے والے وقت میں اس امکان کو مکمل طور پر ختم کر دیتے ہیں کہ مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال دے کر کسی اقلیت کی عبادت گاہ میں نماز پڑھنا اپنا حق سمجھنے لگیں۔ نبی اکرم ﷺ تو امتیاعِ نظیر ہیں‘ فخر کائنات اور فخر انسانیت ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں‘ خلیفۂ دوم اور شیخین میں سے ہیں۔ لہٰذا وہ تو ہر ہر اعتبار سے بلند و بالا اور اعلیٰ و ارفع ہیں۔ بعد میں آنے والے مسلمان حکمرانوں نے بھی اقلیتوں سے سلوک کے حوالہ سے ایسی ایسی شاندار مثالیں قائم کی ہیں جن کا تاریخ کا طالب علم کوئی جواب نہیں لاسکتا۔ ایک صوبائی گورنر کا غیر مسلموں کو اس لیے جزیہ واپس کر دینا کہ مرکز نے اسے اس علاقہ سے کوچ کا حکم دیا تھا، لہٰذا وہ غیر مسلموں کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں رہا تھا۔ سندھ کے ہندو ہندو رہے لیکن محمد بن قاسم کو پوجنے لگے۔ آخر کیوں؟

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

جلد 22 — یکم تا 7 اکتوبر 2013ء
شمارہ 39 — 24 تا 30 ذوالقعدہ 1434ھ

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون:36366638-36316638 فیکس:36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700
فون:03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------(2000 روپے)
یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اب آیئے، یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کریں کہ مذاکرات کو آغاز ہی سے روکنے اور ناکام بنانے کی زبردست کوششیں کیوں ہو رہی ہیں؟ یہ انسانیت سوز اور خون آمیز وارداتوں کا ارتکاب کن مقاصد کے لیے کیا جا رہا ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ اگر پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو ختم کر کے اسرائیل کا تحفظ نہیں کیا جاتا تو نائن الیون کا ڈرامار چا کر جن مقاصد کو حاصل کرنا تھا، اس میں سے ایک اہم مقصد حاصل نہیں ہو سکے گا۔ پاکستان اگر قبائلی علاقوں سے مذاکرات کے بجائے وہاں فوجی اپریشن کرتا ہے تو گویا پاکستانی فوج وہاں ایک طویل اور نہ ختم ہونے والی جنگ میں ملوث ہو جائے گی اور پاکستان اس پوزیشن میں نہیں رہے گا کہ افغانستان کے post America سیٹ اپ میں بھارت کی مداخلت کو روک سکے۔ بھارت مشرق اور شمال مغرب دونوں اطراف سے پاکستان کو سینڈوچ بنا دے گا۔ افغانستان کے کیمپوں میں BLA اور دوسری پاکستان دشمن تنظیم کی پرورش اور تربیت جاری رہے گی۔ ایسے میں ایٹمی لحاظ سے نہتے اور محصور پاکستان کی فوج جو اپنوں سے لڑنے میں مصروف ہوگی' بیرونی دشمن کا مقابلہ کیسے کر سکے گی۔ پاکستان کی سرحدوں کا تحفظ کیونکر ممکن ہوگا۔ لہٰذا ایٹمی دامن سے تہی پاکستانی ریاست کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ وہ بھارت کی تابع اور طفیلی ریاست بن جائے۔ کشمیر کا نام تک نہ لے بلکہ خود آگے بڑھ کر اسے بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دے دے' اپنی زمینوں کے لیے بھارت سے پانی کی بھیک مانگے اور چین کے محاصرے کی امریکی پالیسی کے حوالہ سے بھارت کی تقلید کرے۔ ثقافتی سطح پر بھارت پہلے ہی پاکستان پر ''فتح مبین'' کا دعویٰ کر چکا ہے۔ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈالیں تو اس دعوے کو جھٹلا نہیں سکیں گے۔ اگر ہم دشمن کے ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے قبائلیوں سے مذاکرات کی بجائے فوجی اپریشن کا فیصلہ کرتے ہیں تو یہ فیصلہ بھارت کی صرف سیاسی اور سفارتی فتح ہی نہیں ہوگی' بلکہ اس سے انڈیا کو ہمارے اندرونی معاملات میں براہِ راست مداخلت کا اختیار بھی حاصل ہو جائے گا۔ ہم کمزور ہوں گے اور کمزور ہمیشہ مجبور اور بے بس ہوتا ہے۔ اور یہی امریکہ چاہتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنی عالمی بادشاہت میں اس خطہ کی گورنری بھارت کو دینا چاہتا ہے اور وہ ہماری رگِ جاں سے اپنا پنجہ کسی قدر ڈھیلا کر کے اسے مکمل طور پر بھارت کی گرفت میں دینا چاہتا ہے۔

ہماری رائے میں حکومت کو جلد از جلد اے پی سی کی قرارداد کے مطابق مذاکرات کا آغاز کرنا چاہیے اور مذاکرات کو سبوتاژ کرنے والوں کو صاف صاف کہہ دینا چاہیے کہ ہم ان کے جال میں نہیں آئیں گے، کوئی دہشت گردی کی کارروائی ہماری مذاکراتی پیش رفت کو نہیں روک سکتی۔ ہم آخری آپشن کے طور پر آپریشن صرف ان گروپس کے خلاف کر سکتے ہیں جو امن کے قیام کے حوالے سے مذاکرات کرنے سے خود ہی سرے سے انکار کر دیں اور ہم پر حملہ آور ہوں۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ جو کہا جا رہا ہے کہ ہمیں اصل خطرہ بیرونی نہیں، اندرونی ہے، یہ اس لحاظ سے درست ہے کہ جو عناصر مذاکرات نہیں چاہتے وہ اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہب پر تو جنگ مسلط کرنا چاہتے اور بھارت کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کر مذاکرات کرنا چاہتے ہیں اور اپنی کرکٹ ٹیم کو زبردستی بھارت دھکیلنا چاہتے ہیں، بھارت اور پاکستان کے ثقافتی طائفوں کے تبادلوں کے لیے مرے جاتے ہیں، وہ پاکستان کے لیے حقیقی داخلی خطرہ ہیں۔ اس لیے کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ پڑوس میں افغان طالبان امریکہ کو ذلیل و رسوا کر کے وہاں سے نکال رہے ہیں۔ اگر افغانستان میں طالبان حکومت حاصل کر کے اسے ایک اسلامی ریاست بنا دیتے ہیں اور تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کو کامیاب بنانے اور اس جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے پاکستانی حکومت اسلام کی طرف تھوڑی بہت پیش رفت بھی کرتی ہے تو ان کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کا کیا بنے گا اور وہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کر کے غیر ملکیوں سے جو ڈالر وصول کر رہے ہیں وہ بند ہو جائیں گے، لہٰذا انہیں پینے پلانے رقص و سرود کی محفلیں جمانے اور آسمانِ مغرب سے نازل ہونے والے من و سلویٰ کے بند ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ہم پی ٹی آئی کی حکومت کے اس مطالبے کی پرزور حمایت کرتے ہیں کہ مذاکرات کا جلد از جلد آغاز کیا جائے اور انہیں کامیاب بنانے کی سرتوڑ کوشش کی جائے۔ ہم شریف فیملی کی حکومت سے بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ جلد بازی میں اے پی سی کی قرارداد پر نظر ثانی کرنے کی باتیں نہ کرے۔ امریکہ نے پرویز مشرف جیسے اپنے محسن سے آنکھیں پھیر لیں، آپ کو کب تک اپنی عنایات سے نوازے گا۔ ہمت کیجیے اور ملک و قوم کے مفاد کو اپنے اقتدار پر قربان نہ کریں۔ یہ اقتدار دھوپ کی مانند ہے جو بالآخر ڈھل جاتی ہے۔

غلبۂ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں — تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ ذوالحجہ (اکتوبر)

اہم مضامین

☆ پاکستان میں اس کے قیام سے اب تک

احیائے اسلام کی کوششوں کا جائزہ

امیر تنظیمِ اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

اور امیر تحریکِ اسلامی حافظ زاہد حسین حفظہ اللہ کے فکر انگیز خطابات

☆ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ----- اداریہ از ایوب بیگ مرزا

☆ نفاذِ اسلام کے لیے علماء کرام کے بائیس نکات

☆ مسلم فیملی لاز آرڈیننس پر علماء کرام کا تبصرہ

☆ قادیانیت کے خلاف اٹھنے والی تحریک ختم نبوت کا تاریخی جائزہ

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیان القرآن"

سلسلہ وار ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

فون: 3-042-35869501، email:maktaba@tanzeem.org

سب سے زیادہ خسارے والے کون؟

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی کے مشیر برائے دعوت محترم رحمت اللہ بٹر صاحب کے 20 ستمبر 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات قرآنی کے بعد]

آج کل پاکستان میں اکثر و بیشتر جگہوں پر سیمینار اور مذاکرے ہو رہے ہیں۔ مصر اور شام کے حالات کے تناظر میں کہا جاتا ہے کہ بیرونی قوتیں ہم پر اثر انداز ہو رہی ہیں اور ہمیں آپس میں لڑا رہی ہیں۔ اس ضمن میں حکمرانوں کی بے بسی اور مسلمانوں کی بے حسی کا رونا رویا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہم بے حس ہو چکے ہیں اور اپنے ابتر حالات پر سوچنے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ قرآن مجید تو کہتا ہے کہ تم ہی غالب ہو گے اگر مومن ہوئے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آج اگر ہم غالب نہیں ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہمارے اندر ایمان حقیقی نہیں ہے۔ سورۃ الروم میں صاف صاف فرما دیا گیا ہے کہ دنیا کے اندر برپا فساد انسان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ آج ہم زوال کا شکار ہیں تو اس کی وجہ ہماری دنیا پرستی اور شریعت سے روگردانی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا دارالامتحان ہے، مگر ہم یہ بات بھولے ہوئے ہیں۔ دنیا کی کشش اور فریب نے ہمیں دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ دنیا سے بڑھی ہوئی محبت اور آخرت سے پہلو تہی ہی وہ شے ہے جو آدمی کو فساد پر لے آتی ہیں اور وہ طغیانی پر اُتر آتا ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی (٦) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی (٧) ﴾ (العلق)

"مگر انسان سرکش ہو جاتا ہے، جبکہ دیکھتا ہے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔"

یہ دنیا مادی لحاظ سے تو مکمل ہے، مگر اخلاقی لحاظ سے ناقص ہے۔ چونکہ یہاں پر اخلاقی نتائج نہیں نکلتے، لہٰذا اللہ نے آخرت بنائی ہے، تاکہ انسان کو اُس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ یہاں آدمی جب دیکھتا ہے کہ جھوٹ بولنے سے زبان پر چھالا نہیں پڑتا اور کام بھی چل جاتا ہے۔ کسی اور کا مال کھانے سے پیٹ میں گڑ بڑ نہیں ہوتی اور پیٹ کی آگ بھی بجھ جاتی ہے، تو یہ چیز اُسے طغیانی کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کا ایک ہی حل ہے۔ ایک ہی چیز ہے جو آدمی کو اپنی حدود میں رکھنے والی ہے اور وہ اللہ کے سامنے پیشی کا یقین ہے۔ یہ یقین دلوں میں بٹھانے کی ضرورت ہے کہ

﴿ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی (٨) ﴾ (العلق)

"کچھ شک نہیں کہ اس کو تمہارے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

آدمی گناہ و سرکشی سے باز تب ہی آئے گا جب اسے یہ یقین دلایا جائے کہ تیرے رب کے سامنے تیری پیشی ہونی ہے اور وہاں تجھے اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے۔ آخرت کا یقین ہی انسان کو طغیانی سے روک سکتا ہے۔ طغیانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان آخرت کو ماننے کے باوجود مختلف قسم کے نظریات قائم کر کے محاسبہ اخروی سے غافل ہو جاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح عذاب سے بچ جاؤں گا۔ قرآن مجید یہ واضح کرتا ہے کہ دیکھو، اللہ کے سامنے پیشی ہو کر رہے گی اور تمہیں وہاں وہی کچھ ملے گا جو تم نے دنیا میں کمایا ہے۔ وہاں کوئی انسان کسی کے بارے میں کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ لہٰذا آخرت کی فکر کرو۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (١٨) ﴾ (الحشر)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔"

اہل ایمان سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو، تمہیں تو معلوم کہ اللہ کے سامنے پیشی اور جواب دہی ہونی ہے۔ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، دنیا بنانے کی بجائے آخرت کو سنوارنے کا سامان کرو۔ یہ دیکھو کہ اپنے اصل مستقبل کے لئے آگے کیا بھیج رہے ہو۔ چونکہ تقویٰ کی راہ پر چلنا اور آخرت کے لئے سامان کرنا آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ دنیا کی زیب و زینت اور نفس کی منہ زور خواہشات اس طرف آنے نہیں دیتیں اور انسان کو دنیا پرستی کے سمندر میں لے ڈوبتی ہیں، لہٰذا اس کے لیے ایک نسخہ دیا گیا ہے، کہ اپنا جائزہ لیتے رہو کہ تم آگے کیا بھیج رہے ہو۔ تم جو کچھ آگے بھیج رہے ہو، وہی تمہیں ملے گا۔ آخرت میں تمہاری اپنی ہی کمائی تمہارے سامنے ہوگی۔ تمہیں اسی کے مطابق جزا و سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ معاذ اللہ اگر وہاں بھی کوئی ناانصافی ہو جائے تو اس پوری کائنات کے وجود کا کوئی جواز ہی نہیں رہتا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں واضح طور پر فرمایا:

﴿ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (١٣) ﴾

"اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بہ صورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔ اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔"

اس بات کو آج ہم اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ آپ ایک چھوٹی سی USB میں بہت بڑا ڈیٹا لئے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ ایک ڈسک (سی ڈی) لگا دی ہے اور اس میں وہ اپنی قسمت خود لکھتا ہے۔ ہاں وہ ڈسک آپ کی ڈسک سے زیادہ حساس ہے۔ آپ کی ڈسک تو صرف قول اور فعل کو ریکارڈ کرتی ہے، مگر وہ ڈسک تو آدمی کی نیت تک کا ریکارڈ رکھتی ہے۔ اور اُس کے اندر کوئی کمی پیشی نہیں ہو سکتی۔ روز جزا کہا جائے گا

﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا (١٤) ﴾ (بنی اسرائیل)

"اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔"

یعنی ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، اپنا لکھا ہوا خود پڑھ لو۔ تمہیں پتا ہے، تم نے زندگی کیسے گزاری ہے۔ اطاعت کے راستے پر چلے اور اس دن کو سامنے رکھ کر زندگی گزاری ہے، یا بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ تمہارا نفس ہی تمہارے حساب کے لیے کافی ہے۔ سورۃ الکہف میں یہی حقیقت بایں الفاظ بیان ہوئی ہے:

﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (٤٩) ﴾

''اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی، تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے، اور کہیں گے ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

یہ بات بھی واضح ہو کہ انسان دنیا میں طغیانی اور سرکشی اور ادائے حقوق و فرائض میں کوتاہی جانتے بوجھتے کرتا ہے نہ کہ لاعلمی میں۔ اس لئے کہ اللہ نے ہر شخص کے اندر خیر و شر کو جانچنے کا پیمانہ لگایا ہوا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح ہے، کیا نیکی کیا ہے اور کیا برائی ہے۔ وہ اپنے گناہوں، زیادتیوں، سرکشی اور ناانصافی کو دوسروں سے تو چھپا سکتا ہے، مگر اپنے آپ سے چھپا نہیں سکتا۔ وہ اپنے آپ سے خوب آگاہ ہے۔ وہ عذر کر کے دوسروں کو خواہ کتنا بھی مطمئن کر دے مگر وہ خوب جانتا ہے کہ میں کیسی زندگی گزار رہا ہوں۔ اللہ کی فرمانبرداری کر رہا ہوں یا نافرمانی، اپنے فرائض ادا کر رہا ہوں یا اُن سے غافل ہوں۔ اسے خوب معلوم ہے کہ میرا حق نہیں بنتا، لیکن میں لے رہا ہوں۔ لیکن روز قیامت وہ عذر کر کے بچ نہ سکے گا۔ اُسے طغیانی و سرکشی کی سزا مل کر رہے گی۔ فرمایا:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى (٣٧) وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (٣٨) فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى (٣٩) ﴾ (النّازعات)

''تو جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔''

روز محشر تمام انسان فرداً فرداً اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اور ہر ایک سے حساب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی واضح فرمایا کہ! قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے کوئی شخص ہٹ نہ سکے گا یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں کھپائی؟ دین کے علم پر کہاں تک عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور اسے کہاں خرچ کیا؟ اپنے جسم (اور جوانی) کو کس کام میں گھلایا؟'' (ترمذی)

دنیا میں انسان کو جو کچھ بھی ملتا ہے، یہ اللہ کی عطا اور اُس کا فضل ہے۔ یہ انسان کی کمائی نہیں، کیوں؟ یہ دنیا دار الامتحان ہے، دار الجزا نہیں ہے کہ آدمی کی کمائی

پریس ریلیز 23 ستمبر 2013ء — **حافظ عاکف سعید**

چرچ پر حملہ اسلام اور پاکستان دشمنوں کی مذاکرت کو سبوتاژ کرنے کی سازش ہے

ہمیں مذاکرات کے معاملے میں پیش رفت روک کر دشمن کے جال میں نہیں پھنسنا چاہیے

چرچ پر حملہ اسلام اور پاکستان دشمنوں کی مذاکرت کو سبوتاژ کرنے کی سازش ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ اے پی سی کا یہ فیصلہ کہ تحریک طالبان سے مذاکرت کئے جائیں پاکستان دشمنوں کو ایک آنکھ نہیں بھایا لہٰذا انہوں نے مذاکرات کی بات کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے دہشت گرد کارروائیوں میں اضافہ کر دیا ہے۔ اُنہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اس کارروائی میں را، سی آئی اے یا افغان ایجنسی ملوث ہو سکتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں مذاکرات کے معاملے میں پیش رفت روک کر دشمن کے جال میں نہیں پھنسنا چاہیے۔ دشمن افواج پاکستان کو مختلف نوع کے اپریشنز میں ملوث کر کے سرحدوں کی حفاظت سے غافل کرنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے خلاف عالمی سطح پر سازشوں کا جال بُنا جا رہا ہے۔ ہمیں اس حوالہ سے پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا اور ایک قوم بن کر ان سازشوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اُنہوں نے زور دے کر کہا کہ امریکی جنگ سے نکلے بغیر مذاکرات کے حوالے سے کسی کامیابی کا کوئی امکان نہیں۔

پریس ریلیز 27 ستمبر 2013ء

دشمن طالبان سے مذاکرات کے راستے میں روڑے اٹکانا چاہتے ہیں
حکومت جلد از جلد مذاکرات کا آغاز کرے

وزیر اعلیٰ بلوچستان کا ملک میں جمہوری سیکولر نظام کے قیام سے متعلق بیان قابل مذمت ہے
ایسے ہی نظریات و خیالات نے پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو منہدم کیا ہے

پشاور میں چرچ پر حملہ کرنے والے اسلام اور پاکستان کے بدترین دشمن ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ جب آل پارٹیز کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ دہشت گردی کے مسئلہ کو صرف مذاکرات کے ذریعہ حل کیا جائے گا تو وہ بیرونی قوتیں جنہیں بعض اندرونی عناصر کی حمایت حاصل ہے انہوں نے پہلے پاکستانی فوج کے اعلیٰ افسر کو شہید کیا اور بعد ازاں چرچ پر حملہ کر کے ایک بڑی تعداد میں عیسائیوں کو ہلاک کیا تاکہ مذاکرات کے راستے میں روڑے اٹکائے جا سکیں۔ اُنہوں نے کہا کہ بعض حکومتی ذمہ داروں نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذاکرات کے حوالہ سے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے اور یہی دہشت گردوں کا اصل مقصد تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ بعض اطلاعات کے مطابق دہشت گردی کے دونوں واقعات کے ڈانڈے افغانستان سے ملتے ہیں جہاں بھارت نے امریکہ کی سرپرستی میں دہشت گردوں کے تربیتی اڈے قائم کئے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت کو جلد از جلد مذاکرات کا آغاز کرنا چاہیے اور دشمنان پاکستان کے جال میں نہیں پھنسنا چاہیے۔ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کے اس بیان کہ ملک میں جمہوری اور سیکولر نظام ہونا چاہیے اور مذہب کا ریاستی امور سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ ایسے ہی نظریات اور خیالات نے پاکستان کی بنیادوں کو منہدم کیا ہے اور پاکستان روز بروز سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے عدم استحکام کا شکار ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے زور دے کر کہا کہ جب تک تشخیص صحیح نہیں ہوگی علاج کیسے صحیح ہو سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم آج اس حالت تک اس لئے پہنچے ہیں کہ ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کو نظر انداز کر دیا ہے اور ملک کو سیکولر بنیادوں پر چلانے کی کوشش کی جو ہمارے لئے تباہی کا باعث بنی۔ (جاری کردہ مرکزی شعبہ اشاعت، تنظیم اسلامی)

کا پورا پورا صلہ ملے اور اُس کی محنت رائیگاں نہ جائے۔ دارالجزا آخرت ہے جہاں آدمی کو محنت کو پورا پورا صلہ ملے گا۔ دنیا کی امتحان گاہ میں تو اللہ کسی کو دے کر آزماتا ہے اور کسی سے لے کر اُس کی آزمائش کرتا ہے۔ تنگی اور فراخی دونوں آزمائش کی حالتیں ہیں۔ اللہ نے کسی کو عمر زیادہ دے دی کسی کو کم، کسی کو زیادہ جسمانی طاقت دے دی کسی کو کمزور بنا دیا، کسی کو زیادہ ذہنی صلاحیت دے دی اور کسی کو کم صلاحیت سے نوازا، کسی کو وافر وسائل دے دیئے، اور کسی کا وسائل میں حصہ کم رکھا۔ یہ سب آزمائش کے لیے ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آدمی کو جو کچھ ملا وہ اُس نے کن کاموں میں لگایا۔ اپنے جسم و جان کی صلاحتیوں کو کس کام میں کھپایا؟ اللہ کی راہ میں یا نفس امارہ اور شیطان کے راستے پر۔

اللہ نے اپنے بندوں کو دنیا کی بے ثباتی سے آگاہ کرنے اور آخرت کی دائمی کامیابی کے راستے پر چلانے کے لیے اپنے نبی اور رسول بھی بھیجے اور کتابیں بھی نازل کیں، تا کہ کل کوئی کہہ نہ سکے گا کہ اللہ مجھے تو معلوم ہی نہ تھا تو کیا چاہتا تھا۔ آسمانی ہدایت کے اتارنے کے بعد کوئی یہ عذر نہ کر سکے گا۔ شریعت سے روگردانی کرنے والوں سے اللہ کہے گا کہ میری کتاب تمہارے پاس موجود تھی، تم اسے مانتے تھے، پھر تم نے اُس سے منہ کیوں پھیرا۔ میں نے یہ کتاب تمہاری ہدایت و رہنمائی کے لیے نازل کی تھی۔ اس میں سارے حقائق بیان کر دیئے تھے کہ تمہیں میرے سامنے پیش ہونا، اور اپنے ہر ہر عمل کا حساب دینا ہے، پھر میں نے تمہیں سننے، دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں بھی دی تھیں۔ اللہ نے نبی آخر الزمان ﷺ پر اپنی آخری کتاب قرآن حکیم اتاری۔ قرآن صرف حصول ثواب کے لیے نازل نہیں ہوا۔ اگر چہ اُس کے پڑھنے سے ثواب بھی ملتا ہے، لیکن یہ اصلاً راہنمائی دینے کے لیے آیا ہے۔ جو شخص اللہ کی کتاب و شریعت کے مطابق زندگی گزارے گا اور اللہ کے سامنے پیشی کے ڈر سے اپنے نفس کو روکے رکھے گا اُس کے لئے آخرت میں دائمی کامیابی ہے۔ فرمایا:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (٤٠) فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (٤١)﴾ (النازعات)

"اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا، اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔"

اللہ نے ہمیں دنیا میں معین عرصے کے لیے بھیجا ہے۔ سورۃ البقرۃ کے چوتھے رکوع میں فرمایا گیا:

﴿وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (٣٦)﴾ "تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں سے) چلے جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ معاش (مقرر کر دیا گیا) ہے۔" یہ دنیا ہمارا دیس نہیں ہے، عارضی ٹھکانہ ہے۔ ہمارا وطن اصلی آخرت ہے۔ لہٰذا ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اگر تم فی الواقع اپنی بھلائی چاہتے ہو تو پھر دنیا بنانے کی بجائے آخرت سنوارنے کی کوشش کرو۔ اگر تم اس عارضی دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر اپنی عاقبت سے غافل ہو جاؤ گے تو یہ سخت نادانی کی بات ہوگی۔ ہمارے ہاں جب کوئی شخص روزگار کے لئے بیرونِ ملک جاتا ہے تو وہاں جا کر خوب محنت کر کے بھرپور کمائی کرتا ہے، اور کم سے کم خرچ کرتا ہے، تا کہ زیادہ سے زیادہ رقم بچا کر اپنے وطن میں اہل خانہ کو بھیج سکے۔ خیال یہی ہوتا ہے کہ اب جو پس انداز کروں گا تو اپنے وطن، اپنے دیس میں واپس جا کر خوشحال زندگی بسر کر سکوں گا، اور میرے بچے خوشحال ہوں گے۔ اب اگر کوئی شخص دیارِ غیر میں جا کر وہیں دل لگا لے اور جو کمائے وہیں کھا لے، تو کوئی بھی اسے عقل مند نہیں کہے گا۔ دنیا کو سمجھنے کے لئے یہی مثال کافی ہے۔ یہ دنیا ہمارا دیس نہیں ہے۔ ہمیں یہاں ایک وقت معین کے لیے بھیجا گیا ہے۔ وقت مقررہ کے بعد ہمیں عالم آخرت میں جانا ہے، جو اصل زندگی ہے۔ اسی لیے جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو ہم اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ (ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) پڑھتے ہیں۔ قرآن یہ بات یاد دلاتا ہے کہ اگر تم دنیا میں منہمک رہے تو یہ سخت خسارے کی بات ہوگی۔ فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (١٠٣) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (١٠٤)﴾ "کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں، وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔" اللہ نے واضح فرما دیا کہ سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والے وہ لوگ ہیں، جنہوں نے محض اپنی دنیا بنانے کے لئے دن رات ایک کر دیا، آخرت سے یکسر غافل رہے۔ سب کچھ دنیا ہی میں جمع کرتے رہے۔ یہیں بلڈنگیں، پلازے بناتے رہے، اور اپنے تئیں یہ سمجھتے رہے کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی کمائی کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں رہنے والے اس لیے ہیں کہ یہ کمائی یہیں رہ جائے گی۔ پیچھے والے تو گلچھرے اڑائیں گے، مگر کمانے والوں کو ایک ایک پائی کا حساب دینا ہوگا۔ جن کے لیے آدمی یہ سب کچھ کرتا رہا، وہ اس دن پہچانیں گے بھی نہیں۔ اس دن ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ اسی حقیقت کے پیش نظر قرآن کہتا ہے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، دنیا کی فکر چھوڑو، یہ دیکھو کہ اپنی دائمی زندگی آخرت کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔ دنیا میں جو کام آدمی اللہ کی مرضی کے مطابق کرتا ہے، وہ آخرت کے لیے ذخیرہ ہوتا ہے، اور جو کام اپنے نفس کی مرضی کے مطابق کرتا ہے اور اس میں شریعت کا خیال نہیں رکھتا، وہ صرف اسی دنیا کے وقتی فائدے کے لیے ہے اور ایسی روش وہی شخص اپنائے گا جو سخت ناداں ہوگا۔ یہ روش خدا فراموشی کی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (١٩)﴾ (الحشر)

"اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے۔ یہ بدکردار لوگ ہیں۔"

خدا فراموشی کے سے انداز میں زندگی گزارنے والا شخص درحقیقت انسانی زندگی کی بجائے، حیوانی زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ حیوان پیٹ کے لیے اور آرام کے لیے جیتا ہے۔ اگر انسان بھی اسی لیول پر زندگی گزارے، صرف پیٹ کا مسئلہ اُس کے سامنے ہو، اپنی نسل ہی سامنے رہے تو اُس کی زندگی بھی حیوانی زندگی ہے۔ اشرف المخلوقات انسان کی یہ روش اللہ کو بھلانے کا نتیجہ ہے۔ اور جو شخص اللہ کو بھلا دے اللہ بھی اُسے بھلا دیتا ہے۔ افسوس کہ آج پوری دنیا خدا فراموشی کی روش پر چل رہی ہے۔ سب حیوانی ضروریات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں، اور اپنی روح کی تقویت کے سامان کرنے سے غافل ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ خود مسلمان خدا فراموشی کی روش اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ اُن کا بہت بڑا جرم ہے۔ وہ بہت بڑے مجرم اور فاسق ہیں کہ مان کر بھی پھر وہیں پہنچ گئے جہاں نہ ماننے والے کھڑے ہیں۔ وہ ایسی زندگی گزار رہے ہیں جو نہ ماننے والوں کی زندگی ہے۔ آگے فرمایا کہ:

﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ (٢٠)﴾ (الحشر)

"اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں۔ اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اصحاب الجنۃ اور فائزون میں شامل کرے۔ (آمین)

معیشت دانوں کے علمی گورکھ دھندے؟

اوریا مقبول جان

آج اگر کسی بھی ماہر معاشیات و اقتصادیات یا عظیم ترقیاتی منصوبہ ساز سے سوال کریں کہ دنیا کا کوئی ملک سودی قرضے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟ تو وہ آپ کے سامنے معاشیات کی پچاس ساٹھ مشکل قسم کی تھیوریاں پیش کرے گا، دنیا بھر کے ملکوں کے اعداد و شمار بتائے گا۔ جی ڈی پی، جی این پی، تبادلہ زر، افراط زر، عالمی کساد بازاری، مالیاتی اتار چڑھاؤ اور ایسے ہی دوسرے پُر رعب تصورات خوفناک ہیبت کے ساتھ پیش کر کے آخر میں ایک لفظ بولے گا ’’ناممکن‘‘۔ آپ سوال کریں گے کہ کیا ہم اپنے وسائل میں رہ کر اپنی زندگی بہتر نہیں بنا سکتے؟ اس کے چہرے پر آپ کے معصومانہ سوال کے جواب میں تمسخر آمیز تاثر نمایاں ہو جائے گا۔ ماہرین میں سے کوئی تو آپ کی جہالت پر ہنسنے لگے گا۔ وہ اُلٹا آپ کو امتحان میں ڈالنے کے لیے سوال کرے گا: امریکہ کو جانتے ہو، کتنا امیر ملک ہے۔ آپ اثبات میں سر ہلائیں گے۔ وہ آپ کی حیرت میں اضافہ کرنے کے لیے کہے گا کہ امریکہ کا کل قرضہ 16 ہزار ارب ڈالر ہے۔ امریکہ سودی قرضے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تو تم کس کھیت کی مولی ہو۔

ایسے تمام ماہرین اقتصادیات گزشتہ سو سال کی پیداوار ہیں۔ دنیا میں سودی بینکاری کے نظام کی جڑیں مضبوط ہونے سے پہلے بھی لوگ اپنی ضروریات کے لیے قرضے لیا کرتے تھے لیکن کبھی ملک، حکومتیں اور ریاستیں مقروض نہیں ہوا کرتی تھیں۔ میں عظمتِ رفتہ کی بات نہیں کرتا کہ بہت سے ترقی اور ٹیکنالوجی کے خمار میں ڈوبے ہوئے بزعمِ خود پڑھے لکھے افراد کو یہ ناگوار گزرتی ہے۔ فوراً کہنے لگتے ہیں کہ اس وقت کون سے جہاز اڑتے تھے، ٹرینیں چلتی تھیں، پل اور موٹروے بنائے جاتے تھے، مشینری برآمد کرنا پڑتی تھی، شہری سہولیات مہیا کرنا ہوتی تھیں یا تعلیمی ادارے بنانا ہوتے تھے۔ اب تو ترقی کرنے کی ضروریات ہی ایسی ہیں کہ قرض کے بغیر بڑے بڑے پراجیکٹ بنائے ہی نہیں جا سکتے۔ لیکن اگر ایک سو سال کی برصغیر پاک و ہند کی اقتصادیات ان کے سامنے رکھ دی جائے تو ان کے پاس کوئی جواب باقی نہ رہے۔ انگریز جو اس ملک کو لوٹنے اور کمانے آیا تھا، اس نے اس ملک سے بہت کچھ لوٹا اور یہاں کے سرمائے سے اپنے ملک کو خوشحال کیا۔ وہ یہاں اپنی جیب سے خرچ کرنے نہیں آیا تھا۔ اس کو کیا مصیبت پڑی تھی کہ اپنے پیسوں سے یہاں ترقیاتی کام سرانجام دے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد پورے ہندوستان پر برطانوی راج کا پھریرا لہرانے لگا اور یہ ملک تاج برطانیہ کے ماتحت ہو گیا۔ تاج برطانیہ کے تحت 7 اپریل 1860ء کو برطانوی پارلیمنٹ میں ہندوستان کے لیے ممبر فنانس جیمز ولسن نے پہلا بجٹ پیش کیا۔ اس وقت تک دنیا بھر کا آزاد میڈیا برطانیہ کو ہندوستان کے معاشی قتل کرنے والے بھیڑیے کے طور پر پیش کر چکا تھا۔ 23 جولائی 1856ء کے نیویارک ٹریبیون نے برطانیہ کی لوٹ مار کا تفصیلی ذکر کیا اور کہا کہ مغل دور کا ہندوستان دنیا بھر کو مال برآمد کرتا تھا، اب وہ صرف برطانوی مال کی کھپت کی سب سے بڑی منڈی بن چکا ہے۔ لیکن 1860ء کے پہلے بجٹ سے لے کر 28 فروری 1947ء کو پیش کیے جانے والے اس بجٹ تک جسے وزیر خزانہ لیاقت علی خان نے پیش کیا تھا اور جسے ایک غریب آدمی کا بجٹ کہا گیا تھا، انگریز پورے ہندوستان کی ضروریات اس ملک کے وسائل سے پوری کرتا تھا، تمام ترقیاتی کام بغیر کسی قرضے کے انجام پاتے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ٹیکس کے نام پر سب سے بڑی آمدن زمینوں سے حاصل ہونے والے مالیہ سے تھی۔ 1914-15ء کا کل بجٹ 8 کروڑ 50 لاکھ پونڈ تھا۔ اس میں سے ایک کروڑ 90 لاکھ پونڈ ریلوے، 45 لاکھ پونڈ نہری نظام پر خرچ کیے جاتے اور دو کروڑ بیس لاکھ پاؤنڈ سے ایک بہت بڑی فوج پالی جاتی۔ لیکن اس سب کے باوجود انگریز نے اس ملک میں کلکتہ سے لے کر چمن اور طورخم تک ریلوے کا ایک مربوط نظام بنایا۔ صرف سبی سے کوئٹہ تک 29 بڑی چھوٹی سرنگیں ہیں جن میں سے ایک ڈھائی میل لمبی ہے۔ چمن کے خوجک پہاڑ کی سرنگ ساڑھے تین میل لمبی ہے۔ ریلوے اسٹیشن کے ساتھ پھاٹک، کوارٹر، کالونیاں، اعلیٰ افسران کی رہائش گاہیں تعمیر کی گئیں۔ دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام قائم کیا اور بنجر علاقوں کو لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کر دیا۔ اس نہری نظام کو بنانے پر 3 کروڑ 50 لاکھ پاؤنڈ لاگت آئی۔ ہر ضلع میں انسانوں اور جانوروں کے ہسپتال بنائے۔ کالج، سکول اور یونیورسٹیاں قائم کیں۔

ڈپٹی کمشنر کا وسیع دفتر اور پولیس کا مربوط نظام بنایا۔ چھوٹے چھوٹے شہروں میں میونسپل ادارے بنائے، جو پانی، صحت، پرائمری تعلیم اور صفائی کے ذمہ دار تھے۔ فوج کے کنٹونمنٹ بنائے، ڈاک خانوں کا جال بچھایا، ٹیلی گراف سسٹم شروع کیا۔ 1920ء میں بی بی سی ریڈیو قائم ہوا تو 1926ء میں کلکتہ ریڈیو کا آغاز ہو گیا۔ عدالتی نظام بنایا اور سول جج سے لے کر ہائی کورٹ تک عدالتیں قائم کیں۔ صرف لاہور، راولپنڈی اور مری کی مال روڈ کی شاندار عمارات یا دہلی اور کلکتہ کی خوبصورت تعمیرات کو گننا شروع کریں تو وہ ہزاروں تک جا پہنچتی ہیں۔ یہ سارے کے سارے کام اُس نے اسی ملک کے وسائل اور یہیں سے اکٹھے کیے جانے والے ٹیکسوں سے کئے اور خود بھی ہندوستان میں برطانوی مال بیچ کر سالانہ تیس کروڑ پاؤنڈ برطانیہ بھجوائے۔

یہ بات صرف انگریز دور تک محدود نہیں ہے۔ پاکستان بننے کے بعد ہم تقریباً 24 سال تک اپنے ہی وسائل سے اپنا ملک چلاتے رہے۔ یہ وہ دور تھا جب اس مملکت خداداد پاکستان کا ذکر دنیا بھر کی معاشی ترقی کی نصابی کتب میں ’’سبز انقلاب‘‘ (Green Revolution) کے نام سے کیا جاتا تھا، اور اسے دنیا بھر کے لئے ترقی کا ایک ماڈل سمجھا جاتا تھا، اس لیے کہ ہمیں اس وقت تک سود پر قرضہ لے کر اللّے تللّے کرنے کی لت نہیں پڑی تھی۔ اگرچہ ہمیں عالمی طاقتوں نے اس زہریلے نشے کی لت لگا دی تھی لیکن وہ اس قدر کم تھی کہ اس کے زہریلے نشے نے

ہماری رگوں میں سرایت نہیں کیا تھا۔ 71-1970ء کے بجٹ تک ہمارا کل قرضہ 3425 ملین ڈالر تھا اور ہم نے اس سال 182 ملین ڈالر قسط ادا کی تھی جس میں سے 81 ملین سود تھا۔ لیکن اب اس ملک کا ہر فرد یہاں تک کہ ہر نو مولود چھیاسی ہزار روپے کا مقروض ہے اور بیرونی قرضوں کا کل حجم 130 ارب ڈالر ہے۔ یہ ہے سود کا گھن چکر جس میں الجھ کر ہم اصل رقم کئی بار ادا کر چکے ہیں اور یہ صرف ہم نہیں امریکہ جیسے ملک کے عوام بھی ان سود خور بھیڑیوں کو ایک اندازے کے مطابق کل قرضے کی رقم کم از کم تیرہ بار ادا کر چکے ہیں۔

لوگ سوال کرتے ہیں اور معیشت دان علم بگھارتے ہیں کہ ہم ترقیاتی کام کیسے کریں؟ بڑے بڑے پراجیکٹ کیسے پایۂ تکمیل تک پہنچیں؟ ٹیکنالوجی کہاں سے درآمد کریں؟ لیکن کوئی مڑ کر نہیں دیکھتا کہ ساڑھے تین میل لمبی کوجک سرنگ صرف 16 ماہ کے عرصے میں اسی ملک کے وسائل اور اسی ملک کے عوام کی محنت شاقہ سے مکمل ہوئی۔ آزادی کے بعد ہم پچاس سال تک سوچتے رہے کہ لواری سرنگ کیسے بنے؟ کون بنائے؟ سرمایہ کہاں سے آئے؟ وہ ساری ترقی جو اس برطانوی دور میں ہوئی۔ وہ صرف مالیہ کی رقم اور اسی برصغیر کے وسائل سے ہوئی۔ سودی قرض کی لعنت ایسی ہے کہ آج ہم کئی اقسام کے ٹیکس عائد کرنے کے باوجود فاقہ زدہ، غریب، مفلوک الحال اور بدقسمت اقوام میں شمار ہوتے ہیں اور ہمیں بار بار معیشت دان یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر بینک، سود اور عالمی قرضہ جات کا نظام ختم کر دیا جائے تو زندگی تباہ ہو جائے۔ معیشت کا پہیہ رک جائے۔ معیشت دانوں کا یہی علمی گورکھ دھندا ہے جو شکنجے کی طرح ہر قوم کے گلے میں پڑا ہے اور اس سے دنیا بھر کی اقوام کا خون چوس کر سود خور بینکاروں کے پیٹ بھرے جا رہے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''دنیا'' 21 ستمبر 2013ء)

☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

تنظیم اسلامی ممتاز آباد (حلقہ پنجاب جنوبی) کے اسرہ z بلاک کے رفیق ڈاکٹر محمد یونس کا ہرنیہ کا آپریشن ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی اُن کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

اسلام اور قربانی

فرید اللہ مروت

مناسکِ اسلام میں قربانی کا لفظ اس جانور پر بولا جاتا ہے جو 10 ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی کے دنوں (ایام تشریق) میں ذبح کیا جاتا ہے۔

قربانی کی اہمیت:

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو اللہ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی) سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔'' (مشکوٰۃ، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید ؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا: ''اے فاطمہ، کھڑی ہو اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ، کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرے کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حضرت فاطمہ ؓ نے سوال کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ فضیلت صرف ہمارے (یعنی اہل بیت) کے لئے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ فضیلت ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔'' (الترغیب والترہیب)

حضرت زید بن ارقم ؓ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ قربانی کیا چیز ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی سنت ہے اور ہر ہر بال کے عوض نیکی ملتی ہے۔ قربانی کے خون کے پہلے قطرہ سے قربانی کرنے والے کے سب صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔'' (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص باوجود وسعت کے قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔'' (ابن ماجہ)

قربانی کی ابتدا:

دین اسلام کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے۔ قرآن مجید کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قربانی کا مبارک سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلا آتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے بارے میں قرآن حکیم میں بطورِ خاص فرمایا گیا کہ:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ (۲۷)﴾ (المائدۃ)

''اور (اے محمد ﷺ) ان کو آدمؑ کے دو بیٹوں (ہابیل اور قابیل) کے حالات (جو بالکل) سچے (ہیں) پڑھ کر سنا دو کہ جب ان دونوں نے (اللہ کی جناب میں) قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے نسل انسانی کا بیج اس دنیا پر بویا گیا، اسی وقت سے یہ مبارک سلسلہ قائم و دائم ہے۔

ابراہیمی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے آپؑ نے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے اس بارے میں رائے لی۔ بیٹے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے، آپ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: اے ابراہیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا بھیج دیا، جسے ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کے حوالے سے چند نکات ہمارے لئے سبق آموز ہیں:

1 جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔

2 جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو

مال کی قربانی سے کیا عذر ہوگا۔

3 جب جان، مال اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو حبِّ وطن حبِّ الٰہی کا کیا مقابلہ کرسکتی تھی۔

4 جب اللہ کی رضا کے لئے جان، مال اور اولاد کی پروا نہیں تو اعزہ واقرباء اور احباب دنیا کب یادِ الٰہی سے غافل کرسکتے تھے۔

5 جب رضائے الٰہی انہیں سب چیزوں سے زیادہ عزیز تھی تو کوئی تجارت وزراعت یا صنعت وحرفت ان کا دل کب لبھا سکتی تھی؟

ہمیں بھی ان نکات کو زندگی کا دستور بنانا چاہیے۔

ملت ابراہیم علیہ السلام کی تجدید

سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ ملت ابراہیمی کے مجدد ہیں۔ سورۃ الحج کی آخری آیت میں فرمایا:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ڏ (۷۸)﴾

''اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو۔ اسی (اللہ) نے (پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا۔''

چونکہ نبی کریم ﷺ بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدیؐ تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، اسی لئے آپؐ نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قربانی کی یاد تازہ کرائی، تاکہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ قربانی کرتے وقت جذبات ابراہیمی کا خیال رکھے۔ دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ومقبول ہے۔ یہی قربانی کی جان ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۗؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰي مِنْكُمْ ۭ (۳۷)﴾ (الحج)

''اللہ تعالیٰ تک نہ ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس کے ہاں تمہاری جانب سے تقویٰ پہنچتا ہے (جو دل میں ہوتا ہے)۔''

شریعت محمدیہؐ کے ہر حکم میں دین ودنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ دین وشریعت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے اور آخرت کی نجات اور بخشش کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے اور انسان دنیا کی ذلتوں سے بھی چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

روحِ قربانی اور امت کی سربلندی

اگر مسلمان عید قربان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے منائیں اور رضائے الٰہی کی خاطر جان، مال، اولاد اور تجارت قربان کرنے کے لئے تیار رہیں تو تمام جہانوں کا مالک ان کا پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش فدائیان اسلام کی جماعت زندگی کے جس میدان میں بھی قدم رکھے گی اللہ تعالیٰ ان کی مدد اور حمایت کے لئے زمین وآسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ پھر اس دنیا میں ڈیڑھ ارب نہیں ڈیڑھ لاکھ بھی ہوں تو ہر میدان میں فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑیں گے۔ دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکے گی۔ جو قوم بھی اُن کا مقابلہ کرے گی منہ کی کھائے گی۔ جنگ بدر کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اور تازہ مثال افغانستان کے مٹھی بھر طالبان کی ہے۔ آج بھی اگر مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق وحدت کو پھر یاد کرلیں، اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لئے آمادہ ہو جائیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام ہر میدان میں ان کی پشت پناہی کے لئے تیار ہے۔ وہ ان کی ذلت کو سرفرازی سے بدل دے گا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِـيْمًا (۱۴۷)﴾ (النساء)

''اگر تم (اللہ کے) شکر گزار بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مان جاؤ تو اسے تم کو عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے اور اللہ تو قدر شناس (اور) دانا ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں قربانی کی صحیح روح کو سمجھنے اور جذبات ابراہیمی کے ساتھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 17 سال، تعلیم میٹرک حافظہ قرآن اور بیٹے، عمر 19 سال، تعلیم میٹرک، حافظ قرآن کے لئے دیندار اور شریف فیملی سے صحیح العقیدہ رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0335-5150317

☆ میلبورن (آسٹریلیا) میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے دو بیٹوں عمریں 31 سال (پی ایچ ڈی) اور 28 سال (سافٹ ویئر انجینئر) کے لئے دینی مزاج کی حامل خوبصورت پڑھی لکھی لڑکیوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 042-37746938-0321-4737528

تنظیمی اطلاعات

حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم ''گارڈن ٹاؤن'' میں محمد فواد کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ لاہور غربی کی جانب سے مقامی تنظیم گارڈن ٹاؤن میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد فواد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ اسلام آباد کی مقامی تنظیم ''بہارہ کہو'' میں محمد آفتاب عباسی کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ اسلام آباد کی جانب سے مقامی تنظیم بہارہ کہو میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد آفتاب عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم ''کلفٹن'' میں طاہر الیاس کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم ''کلفٹن'' میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 12 ستمبر 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب طاہر الیاس کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ معاون مرکزی ناظم تعلیم وتربیت جمیل الرحمٰن عباسی کے بڑے بھائی جو کافی عرصہ سے علیل تھے، گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔

☆ معتمد حلقہ جنوبی پنجاب شوکت حسین انصاری کی خالہ بقضائے الٰہی وفات پاگئیں

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کی مقامی تنظیم ملتان شمالی کے رفیق ناصر انیس خان کی خواہر نسبتی بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

جنسی درندگی......اصل اسباب!

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

میزبان: وسیم احمد

مہمانانِ گرامی: سابق جسٹس نذیر احمد غازی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

سوال: لاہور میں معصوم بچی کے ساتھ ہونے والے دلخراش واقعے سے سب آگاہ ہیں۔ ایسے واقعات کے سبب نہ آسمان گرتا ہے نہ زمین پھٹتی ہے۔ یہ بتایئے پاکستان میں یہ کیوں ہو رہا ہے؟

نذیر احمد غازی: ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ایسے واقعات صرف ہمارے معاشرے میں نہیں ہو رہے، پوری دنیا میں ہو رہے ہیں۔ اس واقعہ کی میڈیا نے بہت زیادہ پبلسٹی کر دی، ورنہ اس طرح کے واقعات ہمارے ہاں پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ دوسرے ممالک میں تو اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ لیکن وہاں وہ اس سطح تک اچھالنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اصل غور طلب معاملہ یہ ہے کہ وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اس طرح کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ افسوس کہ اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ وہی لوگ جو کل تک کہتے تھے کہ سزائے موت کا قانون ختم ہونا چاہیے، آج اس واقعہ کے بعد وہ پلے کارڈ اُٹھا کر آ گئے اور کہہ رہے ہیں کہ ملزموں کو دردناک سزا دی جائے۔ ملزموں کو دردناک سزا تب ہی دی جا سکتی ہے جب سزائے موت کا قانون موجود رہے۔ بہر حال ایسے واقعات کے اسباب کے بارے میں قومی سطح پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے۔ ٹی وی پر چلنے والے اشتہارات اور سڑکوں پر بل بورڈ دیکھ کر شرم آتی ہے۔ جس طرح کے ملکی و غیر ملکی ڈرامے دکھائے جا رہے ہیں اور انٹرنیٹ پر جو کچھ غلاظتیں آ رہی ہیں اس سے نوجوانوں میں فرسٹریشن پیدا ہو رہی ہے۔ آپ 30، 40 سال پہلے کی فلمیں دیکھیں تو یوں لگے گا یہ کوئی انتہائی پاکیزہ ماحول ہے۔ پھر آپ اپنی آج کے دور کی فلموں کو دیکھیں تو سوائے عریانیت اور فحاشی کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔ انڈین فلموں نے تو تمام حدیں پار کر دی ہیں۔ اگرچہ اب انڈیا بھی اپنے ہاں بعض جرائم کی وجہ سے اس بات کو محسوس کر رہا ہے۔ امریکہ میں ایک ریاست نے جب عریانی اور فحاشی والے رسالوں پر پابندی لگائی تو وہاں جرائم کی شرح 50% کم ہو گئی۔ جب انہوں نے وہ پابندی اُٹھائی تو جرائم کی شرح پھر بڑھ گئی۔ اسی طرح انہوں نے یہ تحقیق کی کہ جنسی جرائم کیوں ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں نے جرم کیا وہ کچھ دیر پہلے فحش فلمیں دیکھ رہے تھے اور ان کے جذبات برانگیختہ ہو گئے تھے اور اس ہیجان کی صورت میں ان سے یہ جرم سرزد ہوا۔ ہمارے ہاں اصل ضرورت فحاشی و عریانی کے ذرائع کو روکنے کی ہے۔ اس کے ساتھ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے کے تعلیمی اداروں میں تربیت ختم ہو گئی ہے۔ استاد اور طالب علم کے احترام کا رشتہ ختم ہو گیا۔ والدین بھی اولاد کی تربیت سے غافل ہیں۔ گھروں میں تربیت کا یہ حال ہے بچے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ٹیلی ویژن لگا ہوتا ہے۔ گھر کے بزرگ بھی ٹی وی کی خبروں اور پروگراموں میں مصروف ہوتے ہیں۔ بچے بھی اپنے اپنے کمرہ میں کمپیوٹر پر بیٹھ جاتے ہیں۔ کسی کے پاس وقت نہیں کہ ان کی تربیت کرے۔ اور نہ اس طرف دھیان ہے کہ بچے کیا دیکھ رہے ہیں۔ نہ گھر میں تربیت ہو رہی ہے اور نہ سکولوں میں۔ ایسے سماج میں اس طرح کے واقعات نہ ہوں گے تو اور کیا ہوگا۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ مجرموں کو جرائم کی سزا نہ ملنے کی وجہ سے ان کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں۔ اسی لیے وہ بے خوف ہو کر ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ ملک میں جنسی جرائم کے اضافے میں میڈیا کیا کردار ادا کر رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جس شخص نے بھی یہ بھیانک جرم کیا ہے، اس کو گرفتار کر کے عبرتناک سزا دینی چاہیے۔ اس میں دو آرا نہیں ہو سکتیں، لیکن یہ بات بھی سامنے لائی جائے کہ ہمارا معاشرہ خود جرائم خاص طور پر جنسی جرائم کو کھاد مہیا کر رہا ہے اور اس میں میڈیا انتہائی شرمناک کردار ادا کر رہا ہے۔ ٹی وی سکرینوں پر ایسے ایسے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو باپ بیٹے اکٹھے بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے۔ جنسی جذبہ بالکل فطری اور جائز ہے۔ مگر معاشرے اور میڈیا کا کام یہ ہے کہ اس کو صحیح راستہ دکھائے اور اس کو کج روی سے بچائے۔ یہ جو جنسی جرائم ہو رہے ہیں ان میں اصل مجرم اگرچہ وہ شخص ہے جو گھناؤنا فعل کرتا ہے، لیکن ہمیں ان لوگوں کو بھی معاف نہیں کرنا چاہیے جو اس کے لیے کھاد مہیا کرتے ہیں، جو لوگوں کی اس جائز طلب میں اضافہ کرتے ہیں اور انہیں اس طرف لاتے ہیں۔ پرانی بات ہے، میں ایک شخص کے انتظار میں ریگل چوک پر کھڑا تھا۔ اس زمانے میں ریگل سینما بھی چلتا تھا۔ ایک نوجوان کی نظر سڑک پار کرتے کرتے سینما کے بورڈ پر جا پڑی۔ اس کا دھیان بورڈ کی طرف گیا، تو وہ دیکھتا ہی چلا گیا۔ سامنے سے تیزی سے ایک کار آ رہی تھی۔ قریب تھا کہ وہ اُس سے ٹکر مار دیتی مگر کار والے نے زبردست بریک لگائی، ورنہ آدمی نیچے آ سکتا تھا۔ اس میں یقیناً قصور اس نوجوان کا ہے، لیکن جنہوں نے وہ بورڈ لگایا ہے اُن پر بھی گرفت ہونی چاہیے کہ لوگوں کو کس غلط انداز سے اپنی جانب مائل کر رہے ہیں۔ ہمارا میڈیا آج یہ ہوس پیدا کرنے میں بڑا فعال رول ادا کر رہا ہے، وہ لوگوں کو جنسی جانور بلکہ جنسی درندہ بننے کی ترغیب دے رہا ہے۔ پانچ سالہ بچی کے ساتھ زیادتی کو ہم جنسی درندگی کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہمارے میڈیا کا دوسرا قصور یہ ہے کہ اس نے اس بچی کی تصویریں دکھائیں۔ کیا انہوں نے اس بچی کی زندگی کو تباہ نہیں کر دیا؟ میں سمجھتا ہوں کہ میڈیا کو نہ اس بچی کا نام بتانا چاہیے تھا نہ اس کی فوٹو دکھانی چاہیے تھی۔ اور نہ اس کے باپ ہی کا نام بتانا چاہیے تھا۔ کسی قسم کی کوئی شناخت معلوم نہ ہوتی۔ اگر یہ خبر دے دی جاتی کہ ایک بچی کے ساتھ یہ جرم ہوا تو اس میں کوئی حرج نہیں تھا۔ ہمارے زمانے کی پنجابی فلموں میں ایک ڈاکو دس پندرہ پولیس والوں کو مار کر نکل جاتا تھا۔ اگرچہ فلم کے آخر میں اس ڈاکو کو پولیس مار دیتی یا گرفتار کر لیتی تھی، لیکن نوجوان کے لیے اس کا وہ کردار آئیڈیل بن جاتا تھا۔ میڈیا نے اس حوالے سے ہمیشہ غلط رول ادا کیا ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ آج سول سوسائٹی کی وہ عورتیں جو احتجاج کے لیے بینر لے کر باہر نکل رہی ہیں، وہ خود ننگے سر ہیں۔ وہ خود گناہ کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ ان کا یہ لائف سٹائل بھی لوگوں کی اشتہا بڑھانے کا سبب ہے۔

ہمیں اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ جس طرح بھوک انسان کی بنیادی جبلت (Instinct) ہے کہ جب بھوک لگتی ہے تو وہ کھانے کی طرف بڑھتا ہے۔ کسی کو یہ کہنا نہیں پڑتا کہ تمہیں بھوک لگی ہے تو کھانا کھاؤ۔ اسی طرح جب کوئی بچہ بلوغت کو پہنچتا ہے تو اس میں جنسی جذبہ آتا ہے۔ بعض فلاسفر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ انسان کا جنسی جذبہ بھوک کے جذبے سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ جب کوئی بلوغت کو پہنچا اور طاقتور ہوا تو اس کے جنسی جذبہ کی تسکین کا کوئی جائز راستہ ہونا چاہیے۔ اسلام نے اس کا راستہ یہ بتایا کہ بلوغت کی عمر میں شادی کر دی جائے۔ ہماری ہاں اس طرف کوئی توجہ نہیں، جب کہ عریاں مناظر، لچر فلمیں، فحش ڈرامے اور اشتہار ٹیلی ویژن پر آ گئے ہیں جو اس جذبے کو مزید اُبھارتے ہیں۔ ٹیلی ویژن ہمارے گھروں میں ایسے چھایا ہوا ہے کہ لوگوں کا گھر میں آنے کے بعد ایک ہی شغل ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھنا رہ گیا ہے۔ اگر اس میں تربیتی پروگرام، فلاحی پروگرام، اصلاحی پروگرام ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ ٹیلی ویژن فی نفسہ کوئی بری شے نہیں ہے۔ اصل بری شے تفریح کے نام پر عریانی و فحاشی کو پروموٹ کرنا ہے۔ 25، 30 سال پہلے ٹیلی ویژن پر ہم اس طرح کے پروگرام دیکھتے تھے کہ ایک طرف سے ایک ادھیڑ عمر شخص آتا ہے اور دوسری طرف سے ایک نوجوان لڑکا آتا ہے۔ ادھیڑ عمر شخص اس نوجوان کو کہتا ہے السلام علیکم۔ نوجوان لڑکا اس کی طرف دیکھ کر کہتا ہے کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ بھئی سلام کرنے کے لیے مسلمان کو پہچان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح کی چیزیں ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی تھیں۔ اب کیا ہو رہا ہے؟ لوگوں کو مخلوط محافل، ناچ گانے کی اور جنسی بے راہ روی کی تربیت دی جا رہی ہے۔

نذیر احمد غازی: ٹی وی کے علاوہ انٹرنیٹ پر جس طرح کا فحش مواد نوجوانوں کو دستیاب ہے، اس پر بھی کوئی چیک ہونا چاہیے۔ غلیظ فلمیں جن کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا انٹرنیٹ پر موجود ہیں۔ 1999ء میں جب پرویز مشرف نے اقتدار پر قبضہ کیا تو اس نے جہاں اسلام کو بدنام کیا، وہاں اپنے اس ایجنڈا کو بھی آگے بڑھایا کہ معاشرے میں عریانی اور فحاشی آخری حد تک پھیلا دی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شہوانی جذبات کو اُبھارنے والے جتنے بھی اعمال ہیں خواہ وہ ڈرامے ہوں، گانے ہوں، مکالمے ہوں، ڈانس ہوں یا بل بورڈز، ان پہ پابندی ضروری ہے۔ پٹرول کے ڈرم کے پاس آگ جلا کر کوئی چاہے کہ اس کو آگ نہ لگے تو یہ نہیں ہو سکتا۔ ماہر القادری کا ایک شعر ہے۔

ماہر یہ جدتیں، یہ ترقی پسندیاں
جتنے بھی عیب تھے ہنر بن کے رہ گئے

اب عیب کو ہنر بنا دیا گیا ہے۔ ہم نے آج جوائنٹ فیملی سسٹم ختم کر دیا ہے۔ حالانکہ اس سسٹم کی بڑی برکات تھیں۔ ہم ایک ساتھ رہتے تھے تو گھر میں بزرگ بچوں کی تربیت کرتے تھے۔ چیک اینڈ بیلنس ہوتا تھا۔ ہم یورپ سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔ ہم نے کہا کہ وہاں جوائنٹ فیملی سسٹم نہیں ہے، نوجوان آزاد ہیں، وہ جو مرضی کریں۔ لیکن ہمارا معاشرہ mind your business کا نہیں ہے۔ ہمارے دین کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی برائی کرتا ہے تو آپ اس کو ہاتھ سے روکیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتے تو زبان سے روکیں اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو برائی کو دل سے برا جانیں۔ یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ لیکن ہم اس بات سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اس امت کی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ جب تک ہم ان تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے، برائی کو روکا نہیں جا سکتا۔

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں آج میڈیا کا وہی رول ہے جس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ منکر کی ترغیب دی جائے گی اور معروف سے روکا جائے گا اور گھر گھر ناچ گانا ہوگا۔

سوال: پنجاب بار کونسل اور عاصمہ جہانگیر کی طرف سے مطالبہ آیا ہے کہ بچوں کے ساتھ زیادتی کے حوالے سے قانون سازی ہونی چاہیے؟ جسٹس صاحب یہ بتائیں کہ کیا پہلے سے اس بارے میں کوئی قانون موجود نہیں ہے؟

نذیر احمد غازی: قانون موجود ہے، بڑی سخت سزائیں بھی ہیں، سزائے موت تک ہے۔ مسئلہ قانون کی تنفیذ کا ہے۔ قانون کا نفاذ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں میں خوف پیدا ہو، اور مجرم جرم کرنے سے پہلے سوچے۔ کراچی میں صحافی ولی بابر قتل ہوا اور اس کے دونوں گواہوں کو مار دیا گیا۔ ماضی میں کراچی میں آپریشن کرنے والے سارے پولیس افسران مار دیے گئے۔ جس معاشرے میں تحفظ جان نہیں ہوگا وہاں انصاف کیسے ملے گا۔ جہاں قانون کی بجائے بدمعاش طاقتور ہوں وہاں اُن کے خلاف کون گواہی دے گا۔ عدالتی کارروائی گواہی کی بنیاد پر چلتی ہے۔ عدالتیں یہ نہیں کر سکتیں کہ اخبار میں پڑھا یا ٹی وی پر کوئی معاملہ آ گیا تو بغیر گواہی اور ثبوت جرم کے آدمی کو سزا سنا دیں۔ قانون کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ صرف اُسی شخص کو سزا دی جا سکتی ہے جس کے خلاف گواہی یا ثبوت ہو۔ یہ ریاست کا فرض ہے کہ گواہ کو تحفظ فراہم کرے۔ جو ریاست اپنے پولیس آفیسرز کو تحفظ نہیں دے سکتی وہاں قانون موجود ہو بھی تو انصاف نہیں مل سکتا۔

سوال: اس واقعہ میں آپ عدلیہ یا انتظامیہ میں سے کس کو زیادہ قصوروار سمجھتے ہیں؟

نذیر احمد غازی: عدلیہ تک تو معاملہ ابھی پہنچا ہی نہیں۔ عدلیہ کا تو یہی کردار بہت ہے کہ چیف جسٹس صاحب نے نوٹس لے لیا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اس واقعہ سے پہلے ہونے والے واقعات میں اگر کسی کو واقعی سزا ملی ہوتی تو آج ایسے جرائم کا ارتکاب ہی نہ ہوتا۔ دوسری طرف عدالتوں نے سزائیں دی ہوئی ہیں، کتنے ہی لوگ ہیں جو سزائے موت کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کی انتظامیہ کا کام ہے کہ سزا کو نافذ کرے۔ ایک دردناک واقعہ ہو جاتا ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عدالت کو فوری طور پر اس کو سزائے موت دے دینی چاہیے۔ عدالت نے گواہیوں اور ثبوتوں کی روشنی میں فیصلہ دینا ہے۔ لہٰذا وہ ادارہ جس نے جرم کو ثابت کرنا ہے اس کو فعال ہونا پڑے گا۔ لوگوں کے اندر سے خوف کو دور کرنا پڑے گا، تاکہ وہ گواہی دے سکیں۔ اگر گواہوں کو اسی طرح مارا جاتا رہا تو طاقتور آدمی کے خلاف کون گواہی دے گا؟ ریمنڈ ڈیوس کے کیس میں ہماری فوج کا جنرل عدالت میں پیچھے (جج کے چیمبر میں) بیٹھا ہوا تھا، لہٰذا ریمنڈ کو چھوڑ دیا گیا۔ اس حوالے سے امریکہ میں ایک کتاب چھپی ہے جس میں پوری تفصیلات دی گئی ہیں کہ کس کس لیول پر ہمارے لوگ ایک سے ایک بڑھ کے امریکی کے سامنے نمبر بنوا رہے تھے کہ جناب اسے چھوڑنے کے لیے ہم نے یہ معرکہ کیا ہے۔ ہمارے یہاں امریکی جو کچھ کرتے ہیں ان کو بھی کوئی چیک کر سکتا ہے؟ یہاں کسی طاقتور، کسی بڑے کا بیٹا جرم کرے تو اس کو کوئی ہاتھ لگا سکتا ہے؟ ہمارے ہاں قانون غریب آدمی کے لیے ہے۔ اس ملک میں وہ کلرک تو پکڑا جاتا ہے جس نے 200 روپیہ رشوت لی ہے، اینٹی کرپشن کا محکمہ اس کو سزا دے دیتا ہے، مگر جنہوں نے اربوں کھربوں روپیہ اس قوم کا لوٹا ہے وہ تو کبھی جیل نہیں گئے۔ حکمرانوں کے خلاف کتنے کیسز ہیں مگر کیا ان کو کبھی کسی نے ہاتھ لگایا ہے؟ قانون کی

تنفیذ کا کام اُوپر سے شروع ہوگا تو عوام کو انصاف ملے گا۔ مولانا روم نے کہا ہے کہ گر بادشاہ کسی کا سیب یا ایک انار توڑتا ہے تو اس کے اہلکار سارا باغ اُجاڑ دیتے ہیں۔

سوال :ایک رائے یہ ہے کہ ایسے واقعات دین سے دوری کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں؟ کیا مہذب معاشروں میں اس کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : یہ جو میڈیا نے اس بچی کے کیس میں اتنا طوفان برپا کیا اس حوالے سے میرے ذہن میں چور مچائے شور والا محاورہ آتا ہے۔ یہ شور اس لئے مچایا جارہا ہے کہ میڈیا عریانی و بے راہ روی پھیلانے کا جو جرم کر رہا ہے اس پر پردہ ڈالا جاسکے۔ آپ نے ''مہذب معاشرہ'' کی بات کی ہے۔ مہذب معاشرہ (Civilized Society) کا لفظ مختلف معاشروں میں مختلف معنی رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ اور یورپ میں Civilized Society کا تصور یہ ہے کہ جانوروں کے تحفظ کے لیے انجمنیں قائم ہیں۔ وہاں کسی جانور کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس پر احتجاج ہوتا ہے، یہاں تک کہ درندوں کی حفاظت کے لیے انجمنیں بنی ہیں، لیکن انسانوں بالخصوص مسلمانوں کے لیے ان کے پاس ڈیزی کٹرز ہیں، سمارٹ بم ہیں، تاکہ لاشیں بھی نہ ملیں، نہ لاشوں کو دفنانے کی تکلیف اُٹھانی پڑے۔ وہ اپنے تئیں حکومت اور سوسائٹی کی سطح پر انسانی جان کے تحفظ کے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں، مگر اُن کے لیے صرف اپنی قوم کا فرد ہی اہم ہے۔ جبکہ دوسری قوم کے لوگ خاص طور پر مسلمان ان کے نزدیک انسان ہی نہیں۔ ایک قبائلی نے بتایا کہ جب ہمارے ہاں ڈرون حملہ ہوتا ہے تو ہم اکثر لاشیں گٹھڑی میں باندھتے ہیں، اس لیے کہ ہڈیاں اور گوشت مختلف جگہوں پر پڑے ہوتے ہیں۔ بہر حال ہم اگر اپنا جائزہ لیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی بچوں کی تربیت کی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے ہیں۔ اس معاملے میں جسٹس صاحب نے بہت اچھی بات کی ہے کہ ہمارے ہاں تربیت کا تصور ہر سطح پر ختم ہو چکا ہے۔ نہ گھروں میں صحیح تربیت ہو رہی ہے نہ سکولوں میں۔ خانقاہیں جو انسان کا تزکیہ اور تربیت کرتی تھیں، جو لوگوں کے اندر خدا کا خوف پیدا کرتی تھیں، وہ بھی ختم ہوگئیں۔ خدا کا خوف ہو تو انسان کبھی انسان کا استحصال نہیں کر سکتا۔ جب تک تعلق مع اللہ نہ ہو انسان میں یہ صفات پیدا نہیں ہوسکتیں۔

نذیر احمد غازی : اقبال نے کہا تھا۔

فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی؟

وہ فیض جو اساتذہ، والدین، معاشرے، مرشد اور علمائے دین کی طرف سے تھا، ختم ہوگیا۔ پوری دوڑ مادیت کی نذر ہوگئی۔

ایوب بیگ مرزا :جس انسان کے دل میں یہ یقین پیدا ہو جائے کہ میرا اللہ مجھے ہر وقت دیکھتا ہے، وہ ہر چیز کو جانتا ہے، وہ ان وسوسوں کو بھی جانتا ہے جو میرے دل میں پیدا ہوں گے یا پیدا ہوئے، وہ انسان دوسروں کا استحصال کیسے کر سکتا ہے۔ ایک آدمی چوک میں ریڈ لائٹ دیکھ کر اس لیے کھڑا ہو جاتا ہے کہ سپاہی ساتھ کھڑا ہے، چالان کر دے گا، تو ایک ایسا شخص جسے اس بات کا ڈر ہے کہ میرا اللہ ہر چیز دیکھتا ہے، ہر چیز جانتا ہے، وہ میری گرفت کرے گا وہ دوسروں پر کیسے ظلم کرے گا۔ تربیت کا مقصد للّٰہیت پیدا کرنا ہونا چاہیے۔ تربیت اس بات کی ہونی چاہیے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ دنیا کے اعمال کا نتیجہ آخرت میں نکلے گا۔ جو کچھ آج کرو گے وہی آگے جا کر پاؤ گے۔ آج لوگوں سے بھلائی کرو گے اور لوگوں پر ظلم کرنے اور اُن کا مال ہڑپ کرنے سے احتراز کرو گے تو اس کا نتیجہ آخرت میں انعام کی صورت میں نکلے گا، ورنہ سزا ملے گی۔

نذیر احمد غازی : لارڈ ڈینی برطانیہ کے بہت بڑے جج رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی آٹو بائیوگرافی میں لکھا ہے کہ جب میں جوان تھا تو میں یہ سمجھتا تھا کہ قانون اور مذہب کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اب میں اتنے تجربات سے گزر کر یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا میں کسی بھی جگہ قانون کا احترام نہیں ہوسکتا جب تک اُس کے پیچھے اخلاقی قوت نہ ہو، اور اخلاقی قوت نہیں ہوسکتی جب تک اُس کے پیچھے مذہب کی طاقت نہ ہو۔ افسوس کہ مذہب کی طاقت، مذہب کی تربیت، اور مذہب کی تعلیمات ہم نے فراموش کر دیں۔ اسی کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ہم اسلامی اقدار کی طرف آئیں، اور مغربی تہذیب واقدار کی بجائے اسلامی تعلیمات کو اپنائیں۔ یہی بات اقبال نے کہی۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ایوب بیگ مرزا : اسلام سے پہلے عرب معاشرہ کی کیا حالت تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ وہ واقعہ بڑا مشہور ہے جس میں نبی اکرم ﷺ زار و قطار روئے کہ جب ایک باپ یہ کہانی سنا رہا تھا کہ کس طرح میں اپنی بچی پر مٹی ڈالتا تھا اور وہ بچی چیخ و پکار کر رہی تھی اور ابا ابا کہہ کر بلا رہی تھی۔ اس معاشرے کا تصور کیجئے جہاں لوگ اپنے والد کا انتقام لینے کے لیے اپنی ساری زندگی لگا دیتے تھے، جو والد کی بیوہ سے شادی کر لیتے تھے، اس معاشرہ کی آپ ﷺ نے کیسی بے مثال تربیت کی ہے۔

سوال : معاشرے میں عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے خاتمے کے لیے ہمارا دین ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں عورت کے لیے پردے کا حکم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے مرد وزن کو غض بصر کی تعلیم دی ہے۔ یعنی وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ بے حیائی کا پہلا قدم بے پردگی ہے۔ پھر اس کے بعد درجات ہیں، اور بات آہستہ آہستہ انتہا تک پہنچ جاتی ہے۔ ہمارے دین نے ایک تو عورت اور مرد کو الگ الگ کیا۔ اسلام میں مخلوط معاشرت کا معاملہ نہیں ہے۔ پھر سب سے اہم بات اُس کی یہ تعلیم ہے کہ جب اولاد جوان ہو جائے، تو ان کی جلد از جلد شادی کرو۔ اسلام کی تعلیم کے مطابق نکاح کو آسان بنایا جائے تو زنا کے راستے بند ہو سکتے ہیں۔ آج ہم نے اپنے معاشرے کے ساتھ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ شادی کو نہایت مشکل بنا دیا۔ جہیز کی ہندوانہ رسم لڑکیوں کی شادی میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ہندو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی بچی کو جائیداد میں حصہ نہیں دیتے اس لئے جہیز دیتے ہیں، مگر اسلام نے تو عورت کے لیے وراثت میں حصہ رکھا ہے۔ باپ کی طرف سے بیٹی کو حصہ ملتا ہے اور خاوند کی طرف سے بھی عورت حصہ پاتی ہے۔ بھارتی وزیراعظم راجیو گاندھی نے پارلیمنٹ میں بیان دیا تھا کہ میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے، جتنے حقوق اسلام نے عورتوں کو دیئے ہیں دنیا میں کسی اور مذہب نے نہیں دیئے۔ ہمارے معاشرے میں شادی کو انتہائی مشکل بنا دیا گیا ہے بچیاں بن بیاہی بیٹھی رہتی ہیں۔ سنت کے مطابق شادی کریں تو بچیوں کی شادی پر کوئی خرچ نہیں آتا۔ نوجوانوں کو اپنے فطری جذبہ کے لیے جب صحیح راستہ نہیں ملتا تو پھر ہی یہ جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ لہٰذا معاشرے سے عریانی و فحاشی کے خاتمہ کے اقدامات کے ساتھ ساتھ شادی کو بھی آسان بنانا چاہیے۔

[مرتب: فرقان دانش]

☆☆☆

''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیسے مٹایا جائے''

اسلام کے خلاف صہیونی و صلیبی منصوبہ بندی پر تبصرہ

پروٹوکولز کے تناظر میں

(11)

غلام خیر البشر فاروقی

یہودی منصوبہ سازوں کا یہ کہنا ہے کہ دنیا میں اچھے لوگوں کی نسبت بدفطرت زیادہ ہیں، لہٰذا ان پر قابو پانے کا بہترین طریقہ تشدد اور دہشت گردی ہے نہ کہ علمی تبادلہ خیالات اور مذاکرات۔ ہر شخص کسی نہ کسی قدر قوت (اقتدار) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کے لئے ڈکٹیٹر بننا ممکن ہو تو وہ اسے پسند کرے گا اور بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو اپنی ''چودھراہٹ'' کے لئے عامۃ الناس کی بھلائی قربان کرنے پر تیار نہ ہوں گے۔ انسانی معاشرہ کی ابتدائی تشکیل کے وقت ان میں وحشت تھی جو بعد ازاں قانون کی شکل اختیار کرتی چلی آتی ہے۔ جو دراصل وہی (وحشی) قوت ہے مگر نئے روپ کے ساتھ، جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فطری طور پر حق ''قوت'' سے ملتا ہے، اور ہمارے نزدیک ''قوت ہی حق ہے۔'' (یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس)

ہمارے دور میں جس قوت نے آزاد خیال یا غیر محتاط حکمرانوں کا تختہ الٹا ہے وہ سونے کی چمک (مال کا لالچ) تھی۔ ایک وقت تھا جب یقین و ایمان کے ساتھ اصولوں کی حکمرانی تھی، اب حالات اس سے مختلف ہیں۔ نظریۂ آزادی کو حقیقت کے طور پر تسلیم کر لینا اب ناممکن ہے۔ کیونکہ کوئی (غیر یہودی) نہیں جانتا کہ اسے جدید دور سے کیسے ہم آہنگ رہنا ہے۔ ان کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگوں کو عوامی حکومت کی جھولی میں ڈال دیا جائے، جو ان کا تشخص ختم کر کے انہیں ایک بے ہنگم سرگرداں بھیڑ میں تبدیل کر دے۔ جب عوامی حکومت قائم ہو جاتی ہے، اُسی لمحے ہمارا حسب منشا مطلوبہ عمل شروع ہو جاتا ہے، کہ جلد ہی ایسی حکومتوں میں ہنگامے، قتل وغارت گری، علاقائی، لسانی اور نسلی فسادات پھیل کر ہر شے کو راکھ کا ڈھیر بنا دیتے ہیں۔ کیا کوئی بالغ النظر شخص سطحی سوچ رکھنے والے ہجوم کو دلائل سے قائل کر کے کامیابی حاصل کرنے کا تصور بھی کر سکتا ہے؟ جہاں اعتراضات اور تضادات کی بھرمار ہو، خواہ یہ وزنی بھی ہوں۔ ہجوم کے اندر افراد جنہیں سطحی طفل تسلیوں، اعتقادات، رسوم و رواج اور جذباتی نظریات سے رہنمائی دی جا رہی ہو، جلد ہی ایک دوسرے کے گروہی اختلافات کی زد میں آ کر جھگڑنے لگتے ہیں جس کے ردعمل میں انتہائی عمدہ معقول دلائل بھی انہیں راہ راست پر لانے میں ناکام رہتے ہیں اور ہمارا کام آسان سے آسان تر ہوتا جاتا ہے۔ ہر گروہ بعض اوقات سیاسی مصلحتوں کو نہ جاننے کے سبب طرح طرح کے ناقابل عمل بے ہودہ مطالبات سامنے لاتا ہے جس میں کبھی کبھار اکثریتی رائے بھی شامل ہوتی ہے۔ مگر یہ سب بدانتظامی کے بھینٹ چڑھ کر اپنی موت آپ مرجاتا ہے۔ سیاست کا اخلاق و کردار سے کوئی میل نہیں۔ اخلاقیات کی بنیاد پر حکمرانی کرنے والا کبھی بھی ایک اچھا سیاستدان نہیں ہوتا اور یوں اس کی حکومت ہمیشہ ہی غیر مستحکم اور ڈگمگاتی رہتی ہے۔ جو کوئی بھی حکمران رہنے کا خواہشمند ہے اس میں دو ''صفات'' مطلوب ہیں: عیاری اور عوامی اعتماد۔ اعلیٰ قومی، اخلاقی صفات مثلاً صاف گوئی، دیانتداری وغیرہ تو سیاست میں محض وہ اوصاف ہیں جو کسی بھی حکمران کو بہت جلد اور بڑے مؤثر انداز میں کرسی اقتدار سے اتار دیتے ہیں۔ یہ ''صفات خاص'' غیر یہودی حکمرانوں میں ضرور ہونی چاہئیں۔ مگر ہمیں ان کی ضرورت ہرگز نہیں ہے۔ ہمارا حق ہماری قوت ہے۔ حق محض ایک سوچ کا نام ہے جسے ثابت کرنا محال ہے۔ اس لفظ کے معنی اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہیں کہ ''جس چیز کی مجھے ضرورت ہے وہ میرے سپرد کر دو'' تا کہ میں کہہ سکوں کہ میں تم سے زیادہ طاقتور اور قوی ہوں یعنی (جس کی لاٹھی اس کی بھینس) کسی بھی ایسی ریاست میں جہاں حکمرانوں اور قانون کے غیر متوازن ہونے کے سبب بدانتظامی جنم لے چکی ہو اور حقوق و مطالبات کا ''سرکاری سخاوت'' کے سبب سیلاب آ چکا ہو، وہاں ہمیں آئین اور قانون کی دھجیاں اڑا کر حسب منشا اداروں کی تشکیل نو کرنی چاہئے۔ بعد ازاں ان غیر متوازن متنازع حکمرانوں کو پچھاڑ کر اپنے حاکم اعلیٰ کی راہیں ہموار کی جائیں۔ کیونکہ موجودہ دور میں ہر نوع کی متزلزل شاہی (قوت) میں ہماری قوت اور غلبے کا راز پنہاں ہے۔ جو کسی سے بھی زیادہ ناقابل تسخیر ہوگی اور اس وقت تک ناقابل تسخیر رہے گی جب تک (ہم سے بھی زیادہ) کوئی عیار اس میں نقب نہ لگا لے۔

اپنی ہر قسم کی منصوبہ بندی میں ہمیں ان باتوں پر زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں ہے کہ ''اخلاق اور اچھائی کیا ہے'' بلکہ ہماری توجہ صرف اور صرف اس طرف رہنی چاہیے کہ ''ضروری اور کارآمد کیا ہے۔'' ہمارے لیے طے شدہ طریقہ کار اور لائحہ عمل سے انحراف اس لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم نے صدیوں (ایسی حکومتوں کی تباہی کے لئے) محنت کر رکھی ہے۔

قارئین کرام: اوپر ہم نے پروٹوکولز 1894ء کے چوبیس (24) وثیقہ جات کے پہلے وثیقہ سے چند شقیں نقل کی گئی ہیں جن کا اگر آج سے تین سو سال قبل والے ہمفرے جاسوس کے اعترافات سے موازنہ نہ کیا جائے تو حالات حاضرہ کے پس منظر کو سمجھنا کچھ زیادہ دشوار محسوس نہیں ہوگا۔ 1890ء میں ''صہیونی تحریک'' نے اپنے مستقبل کا حتمی لائحہ عمل برائے اکیسویں صدی ''پروٹوکولز'' کی بنیادوں پر استوار کیا اور قدیمی پیشگوئیوں کے خودساختہ تناظر میں نئے زمانوں کی ضرورتوں کے پیش نظر از سرِ نو تخم ریزی کی، جس کے ثمرات عین ان کی توقعات کے مطابق ان کی جھولی میں گر رہے ہیں۔

ملاحظہ ہو پروٹوکولز کے وثیقہ نمبر 22 کی شق نمبر 4,3,2

''موجودہ دور کی عظیم ترین قوت سونے کی شکل میں آج ہمارا مقدر ہے اور دو دن میں ہم جس قدر سونا چاہیں اپنے سٹور سے مارکیٹ میں لے آئیں۔ یہ بات اب کسی ثبوت کی محتاج نہیں ہے کہ خدا نے اقتدار اعلیٰ ہمارے لیے طے کر دیا ہے۔ ہماری ملکیت میں بے بہا دولت یہ ثابت کرنے کے لئے بھی کافی ہے کہ صدیوں پر محیط ماضی سے حال تک ہم سے جو خباثتیں اور خرابیاں سرزد ہوئی ہیں ان میں فلاح و بہبود کا راز پنہاں تھا اور ہر چیز کو ایک نظم وضبط کی لڑی میں پرونے کی خاطر تھا۔ ناگزیر تشدد بھی قیام حکومت کی خاطر ہوگا۔ ہم محسن انسانیت کے روپ

میں ظاہر ہوں گے۔ کہ دھرتی پر قابض مٹھی بھر جاگیرداروں سے لے کر زمین ہم نے عوام کو لوٹائی ہے۔ شخصی آزادی و احترام انہیں دیا ہے۔ یوں عوام کی زندگیوں میں سکھ سکون اور خوشحالی دیکھنے کو ملی ہے، مگر یہ سب کچھ ہمارے قوانین کے تابع رہ کر ہی ممکن ہو گا۔'' (قارئین کرام! فلسفۂ اسلام کا چربہ ملاحظہ ہو، کس خوبصورتی سے اپنے خودساختہ مفاداتی قوانین کو بین الاقوامی قانون کے طور پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ فاروقی) اس وقت لوگ یہ جان جائیں گے کہ آزادی، بے راہ روی اور بے لگام گزرتی زندگی کا نام نہیں ہے۔ بعینہٖ اس طرح جیسے شخصی قوت و جبروت کے بل بوتے پر کوئی شخص معاشرے میں اقدار کو پامال کرنا چاہے یا آزادی کے نام پر زہر آلود تقاریر سے معاشرتی سکون تہہ و بالا کرنا چاہے تو اُسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقی آزادی امن و چین سے زندگی بسر کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق کی پاسداری اور اپنے فرائض کے شعور میں پنہاں ہے۔ ہمارا دورِ حکمرانی یقیناً سنہرا دور ہو گا۔ ہم ہمہ جہت قوت کے امین ہوں گے۔ ہم حکومت ہی نہیں کریں گے بلکہ عوام کو راہنمائی بھی دیں گے، کیونکہ ہم غیر یہود کے لیڈروں کی طرح پراگندہ خیال نہ ہوں گے جو عوام کے سامنے چیخ چیخ کر بے معنی باتیں دہرانے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ وہ جن باتوں کو اپنے عظیم اصول بنا کر عوام کے سامنے رکھتے تھے ان سے بڑی بے اصولی اور خام خیالی کہیں دیکھنے میں نہ آئی ہو گی۔ اس کے برعکس ہماری صہیونی بین الاقوامی حکومت ہر ہر پہلو سے مثالی ہو گی اور عوام حقیقی مسرتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ ہماری زیرِ زمین منصوبہ بندی کے سبب لوگ قانون کا احترام اور ہماری عظمت سے مصالحت پر آمادہ ہوں گے اور حقیقی قوت خود مصالحت پر آمادہ نہیں ہوتی......''

قارئین! صہیونیوں کی بچھائی ہوئی ''بساط'' ان کے حسب منشا نتائج دے رہی ہے۔ بلاشبہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ صدیوں سے مادی ذہنیت کی یہ عیارانہ کوشش اکیسویں صدی میں بظاہر ''ثمر آور'' معلوم ہوتی ہے۔!! مگر ایک اللہ کی تدبیر ہے جو سب تدبیروں پر غالب آنے والی ہے۔ (بشر فاروقی)

☆☆☆

طرزِ معاشرت

زیرِ دست سے حسن سلوک

حافظ محمد مشتاق ربانی

''زیرِ دست'' فارسی زبان کا لفظ ہے جو اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس سے مراد یتیم، مسکین، غلام، کنیز ملازم اور دیگر پسماندہ لوگ ہوتے ہیں۔ ہمیں ان لوگوں سے حسن سلوک کا حکم ہے۔ اسلام کی بنیادی تعلیم ہی حسن سلوک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی (۹۰) ﴾ (النحل) ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان (یعنی حسن سلوک) اور قریبی رشتہ داروں کی مالی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے''۔ اسلام صرف عدل کا ہی نہیں کہتا بلکہ احسان کرنے کی بھی نصیحت کرتا ہے۔ احسان کو ہمارے دین میں بہت اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ قف وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ (۸۳) ﴾ (البقرۃ) ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا۔'' آپ دیکھیں، یہاں والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کے بعد یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت ہے۔ سورۃ النساء میں یتیموں کا مال کھانے کو دخول جہنم کا باعث بتایا ہے۔ شیخ مدین کی مثال ہمارے لیے قابل تقلید ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معاملات طے کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ ط (۲۷) ﴾ (القصص) ''اور میں نہیں چاہوں گا کہ تمہیں مشقت میں ڈالوں۔'' اور فی الواقع انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نرمی اور آسانی کا معاملہ کیا، اور ان سے مشکل کام نہ لیا۔

زکوٰۃ اور صدقات کا نظام زیرِ دستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لیے ہے، تاکہ اُن کی گزر بسر ہو سکے۔ وہ بھیک مانگنے کی لعنت میں ملوث نہ ہوں۔ زکوٰۃ و صدقات کے اولین مستحق زیرِ دست ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے۔ ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ (۶۰) ﴾ (التوبہ) مصارفین زکوٰۃ میں سب سے پہلے فقیر اور مسکین آتے ہیں۔ زکوٰۃ کو سورۃ الذاریات میں سائلین اور محرومین کا حق قرار دیا ہے۔ یہ اس لیے ہے، تاکہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور وہ سر اٹھا کر معاشرے میں چل سکیں، انہیں عار نہ دلائی جائے۔ قرآن مجید نے زیرِ دستوں کی ترتیب کا بھی خیال رکھا ہے۔ قرابت داری کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ اگر زیرِ دست قریبی عزیز ہے تو اس کا خیال رکھنا اولین اہمیت کا حامل ہے۔

شادی کرانا بھی زیرِ دستوں کی ضرورت ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَآئِکُمْ ط (۳۲) ﴾ (النور) ''اور تمھارے معاشرے میں جو بیوہ عورتیں ہیں ان کا نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلام اور لونڈیوں کے بھی۔'' ایسا کرنے سے مجموعی طور پر معاشرے میں پاکیزگی آئے گی۔ معاشرے کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہو گا۔ احسان اور تعاون کی فضا پروان چڑھے گی۔ بے شک نکاح کے حوالے سے ہم ذمہ دار تو صرف اپنی اولاد کے ہیں، لیکن اضافی طور پر ہمیں بیواؤں کنیزوں اور غلاموں کا بھی اس حوالہ سے خیال رکھنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔

یہ زیرِ دستوں سے حسن سلوک کا شاہکار ہے کہ اسلام نے غلامی کے تصور کو تدریجاً ختم کر دیا اور غلاموں کو آزادی سے ہمکنار کیا۔ انہیں برابری کا درجہ دیا۔ گویا غلام اور آقا کا فرق مٹا دیا۔ غلاموں کے اندر اتنی جرأت پیدا کی کہ وہ بلا جھجک عبادت کے وقت آقا کے ساتھ کھڑے ہوں۔ تاریخ میں بہت ساری ایسی مثالیں ہیں کہ مسلمان آقا کے حسن سلوک کی وجہ سے غلام مسلمان ہو گئے، کیونکہ اسلام کی تعلیم ہے کہ جو خود کھاؤ وہی اپنے زیرِ دست کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی اپنے ماتحت کو پہناؤ۔ کسی چیز میں فرق نہ کرو۔ نبی مکرم ﷺ نے اس شخص کو امت کے دائرہ سے نکال دیا ہے جو احسان اور ادب سے دور رہتا ہے۔ فرمایا:

''جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی تعظیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' چھوٹوں میں سب کمزور طبقات شامل ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کی پابندی کرو اور اپنے غلاموں میں زیردستوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔'' اندازہ کیجئے، اس بات کو نماز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے اس امر کی اہمیت میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر حجۃ الوداع کے موقع پر بیان کیا ہے جو دین کی تعلیمات اور اوامر و نواہی کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔

ہمارے حبیب آقائے دو جہاں کی ساری زندگی زیر دست سے حسن سلوک کرنے کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ اور انس بن مالکؓ کو طویل عرصہ تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت کرنے کا موقع ملا، لیکن آپؐ نے انہیں کبھی نہیں ڈانٹا۔ مسند احمد میں ارشاد نبویؐ ہے ''آسانی پیدا کرو، مشکل پیدا نہ کرو۔'' اسی اصول پر آنحضور ﷺ کی زندگی مبنی تھی۔ غزوۂ بدر کے قیدیوں کے ساتھ آپؐ نے حد درجہ حسن سلوک کیا۔ ایک قیدی کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دینے کو ان کی رہائی سے مشروط کر دیا۔ بہت ہی آسان خدمت کے عوض ان کو چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ چاہتے تو سخت بھی معاملہ کر سکتے تھے لیکن آپ کی طبیعت میں نہایت نرمی تھی، اس لیے اس کی بنا پر قیدیوں کے ساتھ یہ بے مثال حسن سلوک کیا۔

صحابہ کرام ؓ کی زندگیوں میں ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ انہوں نے اپنے زیردستوں کے کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا۔ حضرت مسطح ؓ کی کفالت یا مد حضرت ابوبکر ؓ کرتے تھے اور جب مسطح واقعۂ افک کو ہوا دینے والوں میں شامل ہو گئے تو حضرت ابوبکر ؓ کو حضرت مسطح ؓ کے حوالے سے صدمہ پہنچا کہ مسطح بھی اس طوفان میں شامل ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر ؓ نے اُن کی امداد بند کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ سورۃ النور میں ہدایت کی کہ اولوا الفضل کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی کی امداد بند کرنے پر قسم اٹھالیں۔ حضرت ابوبکر ؓ نے اس پر فوراً مدد بحال کر دی۔

حاکم اور حکام کے لیے عوام زیر دست کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حکام کو چاہیے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں۔ ان کے لیے زندگی آسان بنائیں، مہنگائی کو کم کریں اور ان کی مشکلات کو محسوس کریں۔ خلفاء راشدین ؓ اس معاملے میں بہترین نمونہ ہیں۔ انہوں نے اپنی رعایا کے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ انہیں ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی۔ حضرت ابوبکر ؓ نے اپنے خطبہ خلافت میں فرمایا کہ کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اس کا حق اس دلا نہ دوں۔ خلفاء راشدین جانوروں کا خیال رکھنا بھی اپنی ذمہ داری گردانتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ دریائے فرات کے کنارے اگر کتا بھی بھوکا پیاسا مر گیا تو وہ جواب دہ ہوں گے۔ اسی شدت احساس کی وجہ سے انہوں نے حکمرانی کا حق ادا کر دیا۔ مسلمانوں کے حاکموں اور اداروں اور محکموں میں افسران بالا کو بھی چاہیے کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھیں۔ لیکن یہ بھی پیش نظر رہے کہ اس حد تک نرمی نہ ہو کہ نظام چلانے میں خلل پیدا ہو جائے۔

زیردستوں سے غلطی سرزد ہونے کی صورت میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی سنت اختیار کرنی چاہیے، یعنی درگزر کا رویہ اپنانا چاہیے۔ اللہ عزوجل بھی تو معاف کرتا ہے۔ ہم کتنے گناہ اور لغزشیں کرتے ہیں، لیکن وہ چشم پوشی کرتا ہے۔ اگر ہم اللہ عزوجل کی عنایتیں سمیٹنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے زیردستوں کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اپنانا ہوگا۔ حدیث مبارکہ ہے کہ تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر مہربان ہوگا۔

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی گلشن سحر قاسم آباد، حیدر آباد'' میں

مبتدی
اور
ملتزم تربیتی کورسز

6 تا 12 اکتوبر 2013ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے

حلقہ حیدر آباد سے خصوصاً اور پورے سندھ سے عموماً زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ:
0333 2717617

*شمارہ نمبر 37 میں اس اشتہار میں پروگرام کی تاریخ غلطی سے 16 تا 12 اکتوبر چھپ گئی تھی

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت: (042)36316638-36366638
0333-4311226

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

فرقان دانش

شاہ ولی اللہ، مجدد الف ثانی کے انتقال کے تقریباً 80 سال بعد 1114ھ مطابق 1703ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ہندوستان میں اورنگ زیب برسر اقتدار تھا۔ وہ ابھی چار سال کے تھے کہ اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے چند سال بعد مغلوں کی عظیم الشان سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہونا شروع ہو گئی۔ سارے ملک میں بدامنی پھیل گئی اور مرہٹے ملک کے بہت بڑے حصے پر قابض ہونے کے بعد دہلی پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگے۔ 1707ء میں عالمگیر کے انتقال کے بعد کئی مغل سلاطین یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے لیکن کسی کو بھی استحکام نصیب نہیں ہوا۔ نادر شاہ کے حملوں کی تباہ کاریاں اور چیرہ دستیاں اس کے علاوہ مسلط رہیں۔ الغرض سلطنت مغلیہ کا زوال تیزی سے اپنے انجام کی طرف مائل تھا۔ تقریباً پچاس سال تک انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے روپ میں ہندوستان میں اپنا رسوخ اور اقتدار بڑھاتے رہے۔ اسی کے ساتھ ہندوستان میں موجود غیر مسلم قوتیں یعنی ہندو اور سکھ جو عرصہ سے سلطنت مغلیہ کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے انگریزوں کے اشتراک سے زور پکڑتے رہے اور مسلمان زیر عتاب آ کر زوال پذیر ہوتے گئے۔ (نتیجتاً سو سال بعد انگریز اس ملک پر قابض ہو گیا اور مغلیہ اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ابتداء میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کو تباہی سے بچانے اور بحال کرنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن مغل حکمران اپنی کاہلی، نااہلی اور خاندانی غداریوں کی وجہ سے ناکام ہوتے چلے گئے۔ مسلمانانِ ہند کے لیے یہ انتہائی نامساعد دور تھا۔ شاہ صاحب نہایت بالغ نظر اور سیاسی شعور و ادراک کے مالک تھے۔ آپ کے بصیرت افروز مزاج نے سمجھ لیا کہ مسلم قوم علمی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی انحطاط اور دین سے دور ہو جانے کے باعث مائل بہ انحطاط ہے اور جب تک اس کا مداوا نہ کیا جائے عظمت رفتہ حاصل کرنا دشوار ہے۔ آپ کی دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ان تمام خامیوں کی بنیادی وجہ مسلمان کا عربی زبان سے نابلد ہونا ہے اور کتاب مبین عربی زبان میں ہے۔ لہٰذا مسلمان جب تک کلام الٰہی، اس کے حیات افروز احکامات اور مفاہیم سے آشنا نہ ہوگا اور ان پر عمل پیرا نہ ہوگا عروج و ارتقاء کی منازل سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ اس دور میں مسلمانوں میں عربی کے مقابلہ میں فارسی زبان زیادہ مروج اور مقبول تھی۔ لہٰذا شاہ ولی اللہؒ نے کلام پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ پیش کیا۔ اسی کے ساتھ احادیث نبوی ﷺ کے سلسلہ میں نہایت وسیع و وقیع کام سرانجام دیا۔ آپؒ کے ان اقدامات سے مسلمانانِ ہند کو اسلامی اقدار اور احیا کو سمجھنے اور زندگی میں رائج کرنے میں بڑی مدد ملی۔ اختلاف کم ہوئے، خود غرضی کی جگہ ملی مفاد کا شعور اور اتحاد کا جذبہ بیدار ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا مطمح نظر یہ تھا کہ اسلام کے پانچ ارکان اپنی جگہ مسلّم لیکن جب تک مسلمان اپنے اخلاق اور کردار سے ایک اچھا معاشرہ تشکیل نہ دے سکے، انصاف کا بول بالا نہ کر سکے، انسان کو عزت نفس فراہم نہ کر سکے اور اپنے خطہ کو صلح و آشتی کا گہوارہ نہ بنا سکے، ان کا اصل مقصد وجود پورا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس مقصدِ اعلیٰ کے حصول کے لیے آپ نے تمام زندگی جدوجہد کی۔ اسی کے ساتھ ہندو اور برطانوی ظلم و استبداد کے خلاف نبرد آزما رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن مجید کے نہایت اعلیٰ فارسی ترجمہ کے علاوہ کم و بیش ایک سو سے زائد نادر و نایاب کتب تصنیف و تالیف فرمائیں۔ آپ کے قلم سحر کار کی گہر ریزیوں سے مسلمانانِ ہند کے قلوب تابندہ و درخشاں ہو گئے۔ آپ کی تصانیف کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں دینی مسائل کے علاوہ سیاسی، سماجی، اخلاقی اور معاشرتی تصورات کا اثر نہایت واضح اور نمایاں ہے اور یہی وہ تخصیص ہے جو آپ کو دوسرے علماء کرام سے بالکل الگ اور منفرد حیثیت عطا کرتی ہے۔ آپ کا دائرہ کار دینی مسائل سے لے کر عمرانیات تک پھیلا ہوا ہے۔ آپؒ کی سب سے مشہور کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' ہے۔ امام غزالیؒ کی ''احیاء العلوم'' کی طرح یہ کتاب بھی دنیا کی ان چند کتابوں میں سے ہے جو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی۔ اس کتاب میں شاہ ولی اللہؒ نے اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیمات کی وضاحت کی ہے اور دلیلیں دے کر اسلامی احکام اور عقائد کی صداقت اور برتری ثابت کی ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے لیکن اس کا اُردو میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ شاہ ولی اللہ اپنی کوششوں کی وجہ سے غزالیؒ، ابن تیمیہؒ اور مجدد الف ثانیؒ کی طرح اپنی صدی کے مجدد سمجھے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کے بعد جو بیداری پیدا ہوئی اور اس وقت خطے میں احیائے اسلام کی جتنی تحاریک موجود ہیں ان کے بانی شاہ ولی اللہ ہی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے 1772ء میں وفات پائی۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جنوبی ہند میں آپ جیسی صاحب علم و بصیرت اور جامع کمال شخصیت پھر مسلمانوں میں پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند ارجمند جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی عمر تقریباً سولہ سال تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلویؒ علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کی فارسی زبان میں نہایت اعلیٰ تفسیر سپرد قلم کی۔ تفاسیر قرآن مجید میں ''تفسیر عزیزی'' کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ کے دوسرے صاحبزادے مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی تھے۔ آپ بھی اپنے والد ماجد اور برادر بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلویؒ کی طرح ایک جید علم دین تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک نمایاں کام یہ سر انجام دیا کہ قرآن شریف کا اُردو زبان میں پہلا ترجمہ کیا جو بے حد مقبول ہوا۔ مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلویؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے جو اپنے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کے اعتبار سے اپنے والد ماجد اور برادران بزرگ کے ہم مثل تھے۔ آپ نے قرآن مجید کا اُردو زبان میں بامحاورہ ترجمہ کیا جو آج تک مقبول عام ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک تفسیر ''موضح القرآن'' کے نام سے تحریر کی۔

Sabotaging Peace Talks

Mohammad Faheem

With every deadly blast, in no time a declaration of accepting responsibility for the criminal act is claimed by the 'so-called spokesman' of the TTP followed by an active drive of media to brainwash the masses to be toed on the lines already drawn by the perpetrators of the heinous crime of sabotages. When a signal of peace talks was given previously, an important commander of the TTP by the name Waliur Rehman was targeted through the drone attack, an immediate cause for sabotaging the peace talks. The proposed talks thus ended before they were started. The enemies of Pakistan are adopting all measures that could sabotage any parleys proposed by any quarter for a meaningful dialogue to prelude any peace settlement. The successful convening of the APC by the Government of Nawaz Sharif with the support of all major political parties was disaccorded by attacking and martyring very high profile military officers at the advance fronts in Upper Dir a week ago. The enemy was successful in his design to create a rough surface between the Armed Forces and the Civil Administration already reached at a point of consensus on peace negotiations with the Taliban (TTP). The dreadful events of the blast assassinating the military officers were quite fresh when we were subjected to the mourning of our innocent Christian Brethren who were so mercilessly blown up with fire and gun-powder when they were busy in their Sunday prayers in a Church inPeshawar. The clever enemy has briskly hastened its operations of carnage so that the nation and the government of the time is put in an agonizing situation to grievously upset their ability to move further with the right steps towards peace, a welcome objective for finishing the series of blood bathing. The mean enemy has chosen this criminal path of attacking worshippers in the Church so as to create a sectarian mayhem in order to further annihilating the already afflicted nation and to provide an environment to the sold-out media jugglers to create further crevices in the already unhealthy sectarian relations.

The chief of the TTP Hakimullah Mehsood has expressed his deep concern on the sad incidents of martyrdom of the Army officers in upper Dir and the carnage in the Peshawar Church on Sunday, the other day. (Report in the F.P of Sep. 24 and other Dailies). How come that the head of the outfit of the TTP would have expressed his grief so profoundly if he or his organization had been a part of the cruel attacks at both the sites? From the statement of Hakimullah Mehsood it is amply evident that the main TTP Organization headed by him is in no way a party to these bloody attacks. The leader of the TTP has also expressed his sorrow on the sad event saying, "It is really awkward to sit on the table and indulge into activities like that as well" (F.P page 2, September 24)

The tragic happenings have grieved the nation to the extreme because it seems that the enemy is planning these murderous activities to block every way leading to peace. He wants that the carnage should continue and Pakistan should be bleeding continuously till it is weekend to its lowest ebb. The most serious and rancorous arsonist thing is the infighting on the sectarian and religious basis particularly in a Muslim dominant country like Pakistan. Islam has obligated on its followers the fullest responsibility of taking all stocks of securing the life, property, honor and the worship places of their minority brethren. The Muslims are mandated to extend all their help and assistance to the minorities in any moment of trial. The believers of Islam cannot ignore their responsibilities and commitments towards the minorities living in Pakistan, leave alone killing and bombing them in their homes and worship places. We should remind to ourselves that the terrorists have not spared even the worship places of the Muslims (the mosques) and have been targeting the praying people inside the mosques through all these years of bloodshed. It clearly testifies that these terrorists cannot be designated as genuine Muslims. They have no religion and hence no fear of God. Since they do not believe in any retribution or accountability on the Day of Judgment, they are carrying out these most heinous and criminal operations at their free choice just to help fulfill the agenda of the powers responsible for sabotaging peace initiative in Pakistan. The

troika of RAW, Mossad and CIA operating in this region for the last couple of years has been widely incriminated to be sponsoring such activities through the alien as well as locally purchased agents. The think-tanks of these forces of evils have been recommending to their bosses in the concerned institutions, sustained sectarian upheavals to be the most effective contrivance for destabilizing Pakistan and for that matter any Muslim country. They are killing two birds with one stone. On one side they are succeeding in blocking every peace initiative and on the other they are sowing the seed of enmity between the different religious groups particularly the Majority Muslims and minorities from different faiths. They are doing all this simply to fulfill the agenda of their paymasters who have the target of undermining the security of the atomic and ideological Pakistan. If Hakimullah Mehsud is sincere in creating conducive atmosphere for peace talks, he has the responsibility to declare disownment of any such outfit indulging in the heinous activities like the ones we are afflicted with. Jandullah or for that matter any other terrorist outfit should be declared by the main Organization of the TTP as alien elements who are equally inimical to his group which is sincere to reach a peace settlement with the Pakistan government. The State of Pakistan can afterwards take necessary action against any group, Jandullah or any other that is responsible for bloodshed in the country. It is time that we understand what is good for us all and what is bad. The Taliban of Pakistan (TTP) being also the sons of the soil, have the foremost responsibility to find ways and means to arrive at some peace settlement with the Pakistan government so that both (Pakistan and the TTP) should not be wasting their energies in useless fighting which in the final analysis is weakening the forces of Islam and no one else. America and its allies, the NATO and Europeans have been facing humiliating defeat in Afghanistan at the hands of those empty handed Mujahideen of the Pukhtoon race. America cannot sustain the war any more and it has to leave bag and baggage. However she is using all tactics and devilish designs to leave the region in the worst turmoil of infighting between various groups including Taliban. There are dozens of sold-out outfits in the garb of Taliban who are carrying out the enemy's agenda worked out for the destabilization of Pakistan and against the very spirit and cause of Islam. Look at the Dewa Radio of the Voice of America (VOA) and its Urdu Program, "In the News". These two stations are busy round the clock to spread the most poisonous propaganda against the ideology, the Islamic values and the Pak Army unabated. They usually bring on the talking point only those persons and so-called intellectuals and experts who are much more faithful to India rather Pakistan, albeit being Pakistani by nationhood. Similarly a bunch of local electronic media-men very clearly seem to have been sold out for propagating things against the very interests of Pakistan. These unfortunate incidents in Pakistan have provided an opportunity to such elements of spitting venoms against any possible step forwarded in the direction of peace. It is time that the real organization of the Taliban who claims to be the sons of soil and committed to Islam, should realize that any sabotaging and murderous activity inside Pakistan is injurious not only to this Muslim nation but to Islam itself. By not eliminating this cruel serial murdering and sabotaging operation against the common masses leads us no where but to destruction and fatality only. There is great need for all the stakeholders to understand the conspiracies of the real enemy and start making sincere efforts to ensure engagement for an everlasting peace initiative otherwise no one can escape the wholesale agonistic destruction and that too at their own hands. God helps those who help themselves. Let us seek the blessing of Allah by offering heartfelt repentance followed by practical efforts towards peace and ensuring plugging of all facets through which our solidarity can be damaged.

- قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟
- قرآن وسنت کی روشنی میں قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟
- عیدالاضحیٰ اور قربانی میں باہم چولی دامن کا ساتھ کیوں ہے؟
- حج کے موقع پر منیٰ میں کی جانے والی قربانی اور اس موقع پر پوری دنیا میں کی جانے والی قربانی میں کیا ربط وتعلق ہے؟

ان سوالات کی وضاحت کے لیے مطالعہ کیجئے:

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

اور

حج اور عیدالاضحیٰ اور اُن کی اصل روح
قرآن حکیم کے آئینے میں

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

کی ایک تقریر اور ایک تحریر پر مشتمل مختصر مگر جامع کتابچہ

قیمت اشاعت خاص: 35 روپے ' اشاعتِ عام: 20 روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون 35869501-03
maktaba@tanzeem.org